اُسوۂ حسنہ کا صحیح تصوّر!

سورۂ احزاب کے تیسرے رکوع کی روشنی میں

وَقَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

ماھنامہ

میثاق

لاھور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

مرکزی مکتبہ تنظیم اسلامی

مقام اشاعت :- ۳۶-کے- ماڈل ٹاؤن - لاھور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رلفریجریٹرز، ایئرکنڈیشنرز اور فریزرز میں سب سے بہتر

سانیو

SANYO

خریدیئے

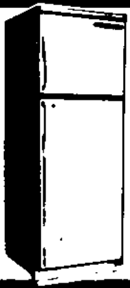

نوفراسٹ ریفریجریٹرز

اب پاکستان میں تیار/اسمبل کئے جاتے ہیں

۱۰ مختلف سائزیں۔ دلکش رنگوں میں حفاظتی تالے کے ساتھ۔ اشیاء کے ذخیرہ کرنے کی زیادہ گنجائش۔ بازار جانے کی کم زحمت۔ مکمل کارکردگی۔ آزمودہ ریفریجریٹرز بڑے قد و قامت کے ۳ دروازے والے فیملی ماڈلز سے لیکر مجرد اشخاص کے لئے چھوٹے ماڈلز تک دستیاب

بے آواز

روم ایئرکنڈیشنرز

گرمیوں میں سرد، سردیوں میں گرم ہوا

گنجائش ۱/۲ ٹن (۱۰۰۰۰ بی ٹی یو رینج)

پاکستان میں تیار/اسمبل کردہ

ٹھنڈا کرنے کی زیادہ صلاحیت بجلی کا کم خرچ

بہتر کارکردگی کیلئے آٹو ڈیفلیکٹر سے آراستہ

براؤن ٹیک میں فنش کی خوبی جاں۔

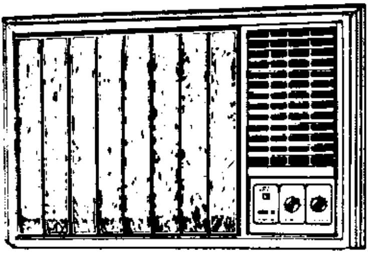

اسپلٹ ٹائپ ایئرکنڈیشنرز

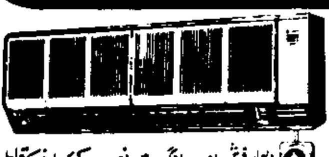

نیا روٹری کمپریسر آواز، ارتعاش اور بجلی کا خرچ کم کرنے کیلئے۔

دیوار پر نصب کیا جانیوالا ڈیزائن کمرہ میں قابلِ استعمال جگہ بچاتا ہے

۲۴ گھنٹے کا وقتی سوئچ۔

آئی سی تھرموسٹیٹ صحیح ٹمپریچر برقرار رکھنے کے لئے

۲-اسپیڈ فین آپریشن سلیکٹر

دیوار فرش اور سیلنگ میں نصب کئے جانے کے قابل

ٹھنڈا کرنے کی صلاحیت ...۱۵ تا ..۳۵۷ بی ٹی یو

کرم فرما خصوصی توجہ فرمائیں:

مستند مصنوعات خریدتے وقت ورلڈ وائیڈ کمپنی کی جاری کردہ پکی سالہ گارنٹی ضرور حاصل کرنا یاد رکھیں۔ بعد از فروخت کی مفت سروس سے فائدہ اٹھا سکے۔

پاکستان میں سانیو کی تمام مصنوعات کے سول ایجنٹس:

ورلڈ وائیڈ ٹریڈنگ کمپنی

سانیو سینٹر شوروم اور سروس سینٹر، گارڈن روڈ۔ صدر کراچی

فون: ۷۷۳۶۴ - ۷۴۷۴۹ - ۷۴۷۰۰

پاکستان: کیبل "WORLDBEST" ٹیلکس 25109 WWTCO PK

786.WW-67/82

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِیْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا

ماہنامہ

میثاق

لاہور

جلد: ۳۱	شمارہ: ۱۲	صفر المظفر ۱۴۰۲ھ مطابق دسمبر ۱۹۸۲ء

ادارۂ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید

سالانہ زرتعاون
۳۰/ روپے
قیمت فی شمارہ
۳ روپے

ناشر
ڈاکٹر اسرار احمد

طابع
چودھری رشید احمد

مطبع
مکتبہ جدید شارع فاطمہ جناح لاہور

مشمولات

○ عرضِ احوال ———— ۳
جمیل الرحمٰن

○ اُسوۂ حسنہ کا صحیح تصور ———— ۹
سورۃ احزاب رکوع ۳ کا درس
ڈاکٹر اسرار احمد

○ رسولِ کاملؐ (سلسلہ تقاریر ۱۲) ۳۹
نبوی مشن کی تکمیل اور ہمارا فرض
ڈاکٹر اسرار احمد

○ حقیقتِ ایمان ———— ۴۹
ڈاکٹر عبدالسمیع

○ امریکہ و کناڈا میں ایک چلّہ (دوسری قسط) ۵۵
قاضی عبدالقادر

○ ہمارے قدم آگے بڑھ رہے ہیں ———— ۷۱
ٹورنٹو (کینیڈا) سے ایک خط
ڈاکٹر عبدالفتاح

○ افکار و آراء ———— ۸۱

○ تبصرۂ کتب ———— ۸۵

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ کی خصوصی پیشکش!

حضرت شیخ الحدیث نمبر

بہت بڑی تعداد میں نہایت آب و تاب کے ساتھ دسمبر ۱۹۸۲ء میں منظرِ عام پر آرہا ہے

جو انشاء اللہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہٗ کی جامع و مالی مقام شخصیت کے متعلق ایک تاریخی دستاویز اور آپ کا مستند تذکرہ ہوگا۔ جس کا اندازہ آپ عنوانات اور شرکاءِ بزم کی درج ذیل فہرست سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔

اہم عنوانات

- حضرت شیخ الحدیث۔ نسبی سلسلہ اور اجداد کا محققانہ تعارف
- حضرت شیخ کی مشہور و معروف خودنوشت "آپ بیتی" کی تلخیص
- حضرت شیخ بحیثیت محدث و مصنف
- حضرت شیخ کے ملفوظات و مکتوبات کا ایک نیا انتخاب
- حضرت شیخ کی مزاجی خصوصیات
- حضرت شیخ اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ
- حضرت شیخ ایک عاشقِ رسول
- حضرت شیخ کے چند بیرونی اسفار

شرکاءِ بزم:

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی (مدیرِ اعلیٰ الفرقان)۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔ حضرت مولانا حکیم عبدالرشید محمود گنگوہی۔ مولانا قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی۔ مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی۔ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی مولانا تقی الدین ندوی مظاہری، اور بعض دیگر اصحابِ علم و قلم

* صفحات ۳۲۵ * طباعت فوٹو آفسٹ * قیمت/۲۴ (مع محصول ڈاک/۳۰)

پاکستان میں

شیخ الحدیث نمبر سے خریداری قبول کرنے کے خواہش مند حضرات صرف ۶۹/- روپے ادارۂ اصلاح و تبلیغ آسٹریلین بلڈنگ لاہور کو ارسال فرما کر منی آرڈر رسید ہمیں روانہ فرمائیں۔

ہمارا پتہ: مینیجر ماہنامہ "الفرقان" ۳۱، نیا گاؤں مغربی (نظیر آباد) لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

جمیل الرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض احوال

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

ماہ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۸۲ء کا شمارہ پیش خدمت ہے بحمداللہ وعونہٖ اس شمارے سے ماہنامہ میثاق کی اکتیسویں جلد مکمل ہو رہی ہے ـــ زیر نظر شمارے میں خاصہ کی چیز محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے سورۃ الاحزاب کے تیسرے رکوع کے درس کی پہلی قسط ہے ـــ اس درس کی آیت نمبر ۲۱: لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا ؁ پر ڈاکٹر صاحب موصوف نے جو مفصل خطاب کیا تھا وہ "ہماری دینی ذمہ داریاں" کے عنوان سے گذشتہ شمارے میں پیش کیا جا چکا ہے۔ جس کے ذریعے نبی اکرم ؐ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں تنظیم اسلامی کے خدوخال اور مبادی بھی وضاحت سے سامنے آجاتے ہیں۔ راقم نے جس وقت یہ خطاب کیسٹ سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کا ارادہ کیا تو اس وقت اس پورے رکوع کے درس کا کیسٹ بھی سنا تھا۔ اور اسی وقت یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ تائید الٰہی شامل حال رہی تو اس رکوع کے پورے درس کو بھی کیسٹ سے منتقل کر کے قارئین کرام کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ لہٰذا خطاب کی تکمیل کے بعد اس کا آغاز کر دیا تھا۔ چنانچہ اس درس کی پہلی قسط اس شمارے میں شامل ہے۔ ان شاء اللہ دوسری قسط آئندہ شمارے میں پیش ہوگی ـــ مزید براں اللہ نے چاہا تو یہ مکمل درس اور "ہماری دینی ذمہ داریاں" والا خطاب یکجا کر کے کتابی شکل میں شائع کیا جائے گا اور یہ کتاب سلسلہ اشاعت تنظیم اسلامی میں ایک بیش بہا اضافہ ہوگا۔

ایمان و عمل کے باہمی ربط و تعلق کے بارے میں ہمارے عظام رجال دین میں آراء و تعبیر کا اختلاف چلا آرہا ہے۔ اس کی ایک توجیہ تو سورۃ احزاب کے تیسرے رکوع کے درس کے ضمن میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی زبانی قارئین کرام کے سامنے آئے گی ـــ یہی توجیہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے مختلف دروس کی روشنی میں ڈاکٹر عبدالسمیع فیلو

رفاقت اسکیم قرآن اکیڈمی نے "حقیقت ایمان" کے عنوان سے تحریر کردہ مضمون میں بھی بیان کی ہے ۔ یہ مضمون بھی اس شمارے میں شامل ہے ۔ توقع ہے کہ اس مضمون کے مطالعہ سے یہ مسئلہ مزید نکھر کر سامنے آجائے گا ۔

ربیع الاوّل ۱۴۰۱ھ میں یکم سے بارہ ربیع الاوّل تک ٹیلی ویژن پر "رسولِ کامل" کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب موصوف کی بارہ تقاریر نشر ہوئی تھیں ۔ ان میں سے گیارہ تقاریر قسط وار "میثاق" میں شائع ہو چکی ہیں ۔ آخری تقریر اس شمارے میں پیش کی جارہی ہے ۔ الحمد للہ یہ سلسلہ اختتام کو پہنچا ۔ یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ ان تقاریر کو بھی انجمن کے مکتبہ کی جانب سے یکجا کتابی شکل میں شائع کیا جائے ۔ ان شاء اللہ یہ بھی مکتبہ انجمن کی مطبوعات میں ایک بیش قیمت اضافہ ہوگا ۔

رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ ہی میں "الٓمّٓ" کے عنوان سے قرآن حکیم کی انتیس سورتیں جو حروفِ مقطعات سے شروع ہوتی ہیں ان میں سے روزانہ ایک سورۃ کے مطالب و مفاہیم کا خلاصہ ٹیلی ویژن پر نشر ہوا تھا ۔ ان شاء اللہ جلد ہی ان کی اشاعت کا سلسلہ میثاق یا ماہنامہ حکمت قرآن میں شروع کیا جائے گا ۔

ماہنامہ میثاق، کے قارئین ، دعوتِ رجوع الی القرآن اور تحریکِ تجدید ایمان ۔ توبہ ۔ تجدید عہد ۔ کے وابستگان کے علم میں یہ بات ہوگی کہ ۱۹۷۴ء سے ہر سال ایک سالانہ قرآنی تربیت گاہ کا کبھی ایک ہفتے اور کبھی ایک عشرے کے لئے انعقاد ہوتا چلا آرہا ہے ۔ جس کا اصل مفاد یہ ہوتا ہے کہ دعوت و تحریک کے اصول و مبادی اور ایک بندۂ مومن کی حیثیت سے جو دینی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کی تذکیر ہو اور وہ اذہان و قلوب میں راسخ ہوں تاکہ عمل کے لئے قوتِ محرکہ اور جوش و ولولہ فراہم ہو ـــ مرکزی انجمن خدام القرآن کی تاسیس چونکہ نومبر ۱۹۷۲ء میں ہوئی تھی لہٰذا اس کی دس سالہ تقریب کے پیشِ نظر اس مرتبہ اس تربیت گاہ کا عرصہ ایک عشرہ رکھا گیا تھا اور اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا ۔ ایک حصہ عوامی سطح پر دعوتِ قرآنی پر مشتمل تھا ۔ جس کے لئے شام کے اوقات

میں ایک مذاکرہ اور نو دروس قرآن کی مجالس کا شہر کے وسط میں انتظام کیا گیا تھا اور ایک حصّے کا تذکیر و تعلیم و تربیّت کے لئے صبح سے دوپہر تک قرآن اکیڈمی میں اہتمام کیا گیا تھا ۔ جس میں لاہور اور پاکستان کے دوسرے شہروں سے آتے ہوئے حضرات قرآن اکیڈمی میں مقیم تھے ۔ جن کی حاضری عموماً ۱۳۰ افراد کے لگ بھگ ہوتی تھی ۔

اس تربیت کے پروگراموں کی اجمالی روداد یہ ہے کہ جمعہ ۱۲ / نومبر ۸۲ء کو ایک مجلس مذاکرہ بعد نمازِ مغرب "اصلاح معاشرہ اور قرآن حکیم" کے موضوع پر جناح ہال لاہور میں زیر صدارت جناب مولانا سیّد وصی مظہر ندوی مہتمم جامعہ اسلامیہ و ممبر بلدیہ حیدر آباد منعقد ہوئی ۔ اس مجلس کے مہمان خصوصی جناب جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب چیئرمین : اسلامک آئیڈیالوجی کونسل، پاکستان تھے ۔۔۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کو پی آئی اے کی ریگولر فلائٹ سے اسی روز اسلام آباد سے شام کو لاہور تشریف لانا تھا ۔ لیکن اس روز کسی فنّی خرابی کی وجہ سے یہ فلائٹ چار گھنٹے لیٹ تھی ۔۔۔ لہٰذا اس اجلاس میں ان کی شرکت ممکن ہی نظر نہیں آتی تھی ۔ جسٹس صاحب موصوف سوا چھ بجے کے قریب جناح ہال پہنچے اور انہوں نے بتایا کہ چونکہ انہوں نے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے اس مجلس میں شرکت کا وعدہ کر لیا تھا اور انہیں ڈاکٹر صاحب کی ذات ، اور ان کے دعوتی کاموں سے گہری دلچسپی ہے لہٰذا وہ کسی دوسری فلائٹ میں سیٹ حاصل کر کے تشریف لاتے ہیں ۔

جسٹس صاحب موصوف کے اس مخلصانہ تعاون پر ہم انکی خدمت میں ہدیہ تبریک و تشکر پیش کرتے ہیں ۔

اس مجلس میں حسب ذیل موضوعات پر مقالے پیش کئے گئے اور تقاریر ہوئیں :

۱ ۔ مہمان خصوصی جناب جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب نے " قرآن حکیم اور اصلاح معاشرہ " کے عنوان پر اپنا مقالہ پیش فرمایا ۔

۲ ۔ جناب پروفیسر حافظ احمد یار صاحب نے " وحدتِ ملی کی اصل اساس : قرآن حکیم" کے عنوان پر اپنا مقالہ پیش فرمایا ۔

۳ - جناب علامہ سید غلام شبیر بخاری صاحب نے "عظمتِ قرآن کے دو عظیم ترین شاہد: رومی اور اقبال" پر ایک مبسوط تقریر کی ۔

۴ - جناب چودھری مظفر حسین صاحب نے "اصلاح معاشرہ، نظام تعلیم، علامہ اقبال اور ڈاکٹر رفیع الدین" کے عنوان پر اپنا مقالہ پیش کرنا تھا لیکن چودھری صاحب موصوف علالت کے باعث تشریف نہ لا سکے لیکن انہوں نے اپنا مقالہ بھیج دیا تھا جو ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب فیلو رفاقت اسکیم قرآن اکیڈمی نے پڑھ کر سنایا ۔

۵ - جناب پروفیسر مرزا محمد منوّر صاحب نے "اصلاح معاشرہ اور قرآن حکیم" کے موضوع پر اپنے مخصوص انداز میں فکر انگیز تقریر کی ۔

۶ - جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب گذشتہ دو ہفتوں سے مسجد دارالسلام، باغ جناح لاہور میں "اصلاح معاشرہ کا انقلابی تصور اور قرآن حکیم" کے موضوع پر اظہار خیال کرتے رہے تھے چنانچہ اسی تسلسل میں موصوف نے سب سے آخر میں اسی موضوع پر تقریر کی ـــ

ان شاء اللہ یہ مقالے انجمن کے ترجمان ماہنامہ حکمت قرآن" میں شائع کئے جائیں گے اور اگر توفیق الٰہی شامل حال رہی تو تقاریر بھی کیسٹوں سے منتقل کر کے شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی ۔

اس تربیت کے عشرے کے پروگرام میں نو نشستیں درس قرآن کیلئے مختص کی گئی تھیں ۔ چنانچہ تین دن (۱۳ تا ۱۵ رنومبر) مسجد شہداء ریگل چوک میں روزانہ عصر تا مغرب اور بعد مغرب تا عشاء کل چھ نشستوں میں سُورۃ حج کے آخری رکوع کی چھ آیات کا جو دین کے فلسفہ وحکمت اور اس کے اساسی مطالبات کے موضوع پر قرآن حکیم کے جامع ترین مقام کی حیثیت رکھتی ہیں، جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے درس دیا ۔ یہ مقام ہمارے قرآنی منتخب نصاب کے چوتھے حصے "تواصی بالحق" میں پہلے سبق کے طور پر شامل ہے ۔ ان چھ نشستوں میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے ان آیات کا بڑی شرح وبسط کے ساتھ درس دیا ۔ قرآن حکیم کی ہر آیت معرفت

وعرفان کا بحرِ ذخار ہے ۔ کسی ایک آیت کے مطالب و مفاہیم کی تشریح وتعبیر کا کما حقہ حق ادا کرنا کسی بڑے سے بڑے عالم دین کے بھی بس کی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلِ خاص سے قرآن فہمی کی جتنی استعداد جس کسی کو بھی ودیعت فرمائی ہے اس مناسبت سے وہ اس حق کو ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور پھر بھی یہی کہنا پڑتا ہے کہ ؏ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا ـــ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنی استعداد اور امکانی حد تک ان چھ آیات کے مطالب و مفاہیم کی تشریح وتعبیر کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے ـــ اللہ کرے کوئی صاحب علم ہمت کریں اور اس چھ روزہ درس کو کیسٹ سے منتقل کر کے شائع کرنے کا بندوبست کریں تو دین کی اساسی دعوت، یعنی توحید کا اثبات اور شرک کی مذمت و تردید، رشد وہدایت کی کڑیاں یعنی وحی و رسالت اور ختم نبوت کے بعد شہادت علی الناس کے لئے اُمّتِ محمد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام امت مسلمہ کا مقام اجتبائیت پر مامور وفائز ہونے کی حقیقت، محاسبہ اُخروی اور دین کے اساسی مطالبات ایک منطقی ربط اور پُرحکمت انداز و اسلوب کے ساتھ مسلمانوں کے سامنے آسکتے ہیں ـــ

درس قرآن حکیم کا چھ روزہ ایک پروگرام ۱۶ تا ۲۱ نومبر ۸۲ء کو بعد نماز مغرب جناح ہال (لاہور کارپوریشن) میں رکھا گیا تھا ـ جس میں سورہ حدید اور سورہ صف کے درس کا اہتمام تھا یہ دونوں سورتیں خطاب بہ اُمت مسلمہ اور جہاد وقتال فی سبیل اللہ کے ضمن میں قرآن حکیم کے ذروۂ سنام کا مقام رکھتی ہیں ـــ بعد میں سورہ جمعہ کا درس بھی شامل کر لیا گیا تھا جو انقلاب محمدیؐ کے اساسی منہج کی رہنمائی کے ضمن میں ایک اہم خصوصیت کی حامل سورہ ہے ـ سورۃ صف میں نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی امتیازی شان : هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ بیان ہوئی تو اس سے متصل سورہ جمعہ میں اس فرض منصبی کی انجام دہی کے لئے اساسی منہج اور بنیادی طریق کار کو: هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ میں واضح کردیا گیا ہے ۔

۱۲ نومبر ۸۲ء کو بعد مغرب چھ روزہ اس پروگرام کا آغاز ہوا ـ پہلی نشست

میں جناب پروفیسر یوسف سلیم چشتی مدظلہ نے سورۂ حدید کی خصوصیات پر ایک گھنٹہ خطاب فرمایا۔ جس کے بعد ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے درس کا آغاز فرمایا۔ سورۂ حدید کا درس چار نشستوں میں ۱۹ر نومبر کو مکمل ہوا۔

سورۂ حدید ہمارے منتخب نصاب میں بالکل آخر میں شامل ہے چونکہ اس سورۂ مبارکہ میں ان تمام مباحث کے خلاصے بیان ہوجاتے ہیں، جن پر "مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب" مشتمل ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کو اس سورۂ مبارکہ سے خصوصی شغف ہے۔ اور وہ اس سورہ مبارکہ کے مطالب و مفاہیم میں غوطہ لگا کر اس کے جواہر و گہر برآمد کرتے ہیں۔ راقم نے یہ درس ڈاکٹر صاحب کی زبانی متعدد بار سنا ہے۔ لیکن اس مرتبہ بات ہی نرالی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے بہت گہرے اور عمیق غوطہ زنی سے اس سورۂ مبارکہ کے اسرار و حکم اور پیغامات و ہدایات کے دُرِ شہوار نکالنے کی کوشش کی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر اس درس کی ہر نشست میں علم و عرفان کا سمندر موجزن ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کے مضامین و مفاہیم اور مطالب و مباحث کی جامعیت و رگمبیرتا تو مسلّم ہے ہی۔ اس پر مستزاد ڈاکٹر صاحب کا اسلوب بیان، اندازِ تعلیم و تفہیم اور پُرتاثیر طرزِ خطابت۔ گویا سونے پر سہاگہ تھا۔ جناح ہال میں اس کی گنجائش کے لحاظ سے شرکاء کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس کے باوجود درس کے دوران پورے ہال میں Pin Drop خاموشی طاری رہی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پورا مجمع اعجازِ قرآنی اور دلسوز و پُرتاثیر اندازِ خطابت سے مبہوت و مسحور تھا۔

ڈاکٹر صاحب کے اپنے فہم و تدبّر کے لحاظ سے چونکہ یہ سورہ مبارکہ اُمتِ مسلمہ سے خطاب کے ضمن میں قرآن حکیم کی جامع ترین سورت اور اُم المسبحات کے مقام کی حامل ہے لہٰذا موصوف نے اس سورہ کی انتیس ۲۹ آیات کے مضامین کا حسبِ ذیل تجزیہ کر کے اپنی استعداد کے مطابق درس دیا۔

- آیات ۱ تا ۶ : ذات و صفاتِ باری تعالیٰ کا بیان۔
  انتہائی جامعیت کے ساتھ اور اعلیٰ ترین علمی سطح پر

درسِ قرآن

اُسوۂ حسنہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام

سورۃ الاحزاب کے تیسرے رکوع کا درس

از: ڈاکٹر اسرار احمد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ
اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰہَ وَ الۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَ ذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا ﴿۲۱﴾
وَ لَمَّا رَاَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الۡاَحۡزَابَ ۙ قَالُوۡا ہٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَ رَسُوۡلُہٗ وَ صَدَقَ
اللّٰہُ وَ رَسُوۡلُہٗ ۫ وَ مَا زَادَہُمۡ اِلَّاۤ اِیۡمَانًا وَّ تَسۡلِیۡمًا ﴿۲۲﴾ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ
رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاہَدُوا اللّٰہَ عَلَیۡہِ ۚ فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَہٗ وَ مِنۡہُمۡ
مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ ۫ۖ وَ مَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِیۡلًا ﴿۲۳﴾ لِّیَجۡزِیَ اللّٰہُ الصّٰدِقِیۡنَ بِصِدۡقِہِمۡ
وَ یُعَذِّبَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ اِنۡ شَآءَ اَوۡ یَتُوۡبَ عَلَیۡہِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوۡرًا
رَّحِیۡمًا ﴿۲۴﴾ وَ رَدَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِغَیۡظِہِمۡ لَمۡ یَنَالُوۡا خَیۡرًا ؕ وَ کَفَی
اللّٰہُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الۡقِتَالَ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیۡزًا ﴿۲۵﴾ وَ اَنۡزَلَ الَّذِیۡنَ
ظَاہَرُوۡہُمۡ مِّنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ مِنۡ صَیَاصِیۡہِمۡ وَ قَذَفَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمُ الرُّعۡبَ
فَرِیۡقًا تَقۡتُلُوۡنَ وَ تَاۡسِرُوۡنَ فَرِیۡقًا ﴿۲۶﴾ وَ اَوۡرَثَکُمۡ اَرۡضَہُمۡ وَ دِیَارَہُمۡ
وَ اَمۡوَالَہُمۡ وَ اَرۡضًا لَّمۡ تَطَـُٔوۡہَا ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرًا ﴿۲۷﴾

خطبہ مسنونہ اور ادعیۂ ماثورہ کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مندرجہ بالا رکوع کی تلاوت کی اور درس کا آغاز فرمایا:۔

حضرات! آج کی ہماری گفتگو دو حصّوں میں ہو گی - ایک تو ان شاء اللہ ہم درس کی صورت میں اس رکوع کو ختم کریں گے - پھر اس رکوع میں اُسوہ حسنہ سے متعلق جو مضامین آئیں گے، ان کو آج ہم صرف علمی اعتبار ہی سے سمجھنے پر اکتفاء نہیں کریں گے بلکہ اس رکوع کے مضامین کی جو تعلیم عملی صورت اور انطباق (Practicable application) سے متعلق ہے اور ہمارے لئے اُس میں جو عمل سبق ہے اُس کو آج میں رکوع کے بعد ایک تقریر کی شکل میں کسی قدر کھول کر آپ کے سامنے رکھوں گا — لہٰذا ہم پہلے تو اپنے درس کے تسلسل ہی میں اس رکوع کو پڑھیں گے -

فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ "یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ میں ایک نہایت اعلیٰ نمونہ ہے"

اُسوہ کے لفظ کا مادّہ ا - س - و ہے - اُسوہ اور اِسوہ - دونوں اس کے تلفظ ہیں جس طریقے سے قِدوہ اور قُدوہ دونوں ہم معنی ہیں، یہ پیش کے ساتھ بھی ہے جیسے قُدوۃ العارفین - یعنی جو صالحین و عارفین کا رہنما ہو اسی طرح لفظ اُسوہ اور اِسوہ دونوں استعمال ہوتے ہیں اور اس کے معنی و مفہوم ہیں کسی کا اتباع کرنا، اور اس اتباع کو اپنے اوپر لازم کر لینا — خواہ اس میں کوئی تکلیف ہو خواہ مسرت ہو — سَارّہٖ اَوْ ضَارّہٖ کسی کے اتباع کو اپنے اوپر مسرت و راحت اور تکلیف و مضرت دونوں کیفیات میں لازم کر لینا اُسوہ ہو گا — اب ظاہر بات ہے کہ جب لفظی ترجمہ ایک لفظ کا ایک لفظ میں کیا جائیگا تو "نمونہ" اِس مفہوم کے قریب ترین مفہوم کا حامل ہے لیکن اس ترجمے سے اُسوہ کا حقیقی مفہوم (Real Sense) ادا نہیں ہوتا - اصل میں "اتباعِ سُنّت" کی جو اصطلاح ہمارے ہاں زیادہ معروف ہے یوں سمجھئے کہ اُسی کی ایک نہایت حسین و جمیل تعبیر لفظ اُسوہ میں موجود ہے -

یہاں 'لَكُمْ' (تمہارے لئے) عام ہے - گویا اس کے مخاطب صرف صحابہ کرامؓ نہیں ہیں، بلکہ تا قیام قیامت تمام مسلمانوں کے لئے نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ اور حیات طیبہ ایک اسوۂ حسنہ اور کامل نمونہ ہے۔
آگے بات چلی لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ یہاں درحقیقت "لکم" کا بدل آرہا ہے — آیت کے اس ٹکڑے میں وہ دونوں مفاہیم جمع کر دیئے گئے جو قرآن مجید کے بارے میں سورۂ بقرہ میں دو مختلف مقامات پر آئے ہیں۔ قرآن اپنی جگہ ہر نوع بشر کے لئے ہدایت کاملہ اور ہدایت تامہ ہے۔ پھر یہی نہیں بلکہ تا قیام قیامت تمام نوع انسانی کے لئے ہر دور میں اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہدایت و رہنمائی موجود ہے اور وہ ہر لحاظ و اعتبار سے اکمل و اتم ہے۔ چنانچہ قرآن کو "هُدًى لِّلنَّاسِ" کہا گیا (البقرہ آیت ۱۸۵) یہ علی الاطلاق ہے "یہ ہدایت ہے تمام انسانوں کے لئے" — لیکن سورۂ بقرہ کی دوسری آیت میں اس قرآن کو "هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ" قرار دیا گیا ہے — گویا اس ہدایت سے استفادہ کرنے کی ایک شرط ہے اور وہ تقویٰ ہے۔ یعنی کچھ خدا ترسی ہو، کچھ اللہ کی طرف انابت ہو — نیکی اور بدی کا کوئی شعور بیدار ہو — خیر اور شر میں انسان امتیاز کرتا ہو — گویا تقویٰ کا جو اساسی سرمایہ ہے اور اس کا جو بنیادی اثاثہ ہے وہ موجود نہیں ہوگا تو انسان اس قرآن سے ہدایت حاصل نہیں کرسکے گا۔ قرآن اپنی جگہ ہدایت کاملہ و تامہ ہے لیکن اس سے استفادے کے لئے کوئی شرط خود انسان کے باطن میں پوری ہونی چاہئے اور وہ شرط تقویٰ ہے لہٰذا آیت ۲ سورۂ بقرہ میں: الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ اور آیت نمبر ۱۸۵ میں فرمایا: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْفُرْقَانِ۔

آپ میں سے شاید بعض حضرات کے علم میں ہو کہ سوامی دیانند سرسوتی نے اپنی بدنام زمانہ کتاب "ستیارتھ پرکاش" کے چودھویں باب میں قرآن مجید پر جو اعتراضات کئے تھے انہیں پہلا اعتراض یہی تھا کہ "یہ عجیب کتاب ہے جو کہتی ہے کہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔ متقیوں کو ہدایت کی کیا ضرورت ہے! ہدایت کی ضرورت تو گمراہوں کو ہے، فاسقوں کو ہے"

فاجروں کو ہے — یہ کتاب متقیوں کو ہدایت دینے کے لئے نازل ہوئی ہے — قرآن مجید کا سرسری مطالعہ کرنے والوں کو یہ اشکال پیش آسکتا ہے - اس لئے کہ ہمارے ذہنوں میں تقویٰ کا جو تصور ہے، وہ یہ ہے کہ انسان بہت نیک ہو، بہت خدا ترس ہو، اور وہ ہر اعتبار سے اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے ہوئے ہو - یہاں تک کہ چھوٹی چھوٹی باتوں تک میں محتاط ہو — ایسے شخص کو ہم متقی کہیں گے — لہٰذا ان معانی میں جب لفظ تقویٰ سامنے آتا ہے تو ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ کے بارے میں واقعتاً ذہن میں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے — وہ اشکال انتہائی بھونڈے طریقے پر اس شخص نے پیش کیا — تو اس کا حل یہی ہے کہ قرآن مجید درحقیقت ھُدًی لِّلنَّاسِ ہی ہے لیکن اس سے استفادے کے لئے شرط لازم یہ ہے کہ تقویٰ کا کچھ نہ کچھ بنیادی اثاثہ موجود ہو — ایک شخص میں اگر نیکی اور بدی اور خیر و شر کی تمیز کی کچھ بھی پونجی باقی ہے، تو گویا وہ بنیاد موجود ہے جس پر ہدایت کا دارومدار ہے آج کل کی تعمیرات کی ٹیکنیک میں جس کو STARTER کہتے ہیں، ———

یعنی اگر آپ کو عمارت کا کالم اور مزید اوپر لے جانا ہے تو کچھ سریئے باہر نکلتے چھوڑ دیتے جاتے ہیں تاکہ اوپر کے کالم کو چڑھاتے وقت اس کا جوڑ اس کے ساتھ لگ جائے - پس جس طرح کسی عمارت کے کالم کو مزید اوپر لے جانے کے لئے STARTER کا ہونا ضروری ہے بعینہٖ یہ بات ہے کہ اصلاً تو قرآن مجید ھُدًی لِّلنَّاسِ ہے لیکن اس سے استفادے کے لئے تقویٰ یعنی خیر و شر اور نیکی و بدی کی کچھ نہ کچھ تمیز انسان میں ہونی ضروری ہے — مزید برآں بعینہٖ یہی بات یہاں بھی ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پوری نوع انسانی کے لئے بھی مجسم ہدایت ہیں - آپؐ کے لئے قرآن مجید میں لفظ نور آیا ہے — بایں معنی کہ آپؐ نورِ ہدایت اور شمع ہدایت اور سراجاً منیراً ہیں اسی طرح قرآن مجید آپؐ کو رحمۃ للعالمین قرار دیتا ہے - یعنی آپؐ کا وجودِ قدسی تمام جہانوں اور تمام ادوار کے لئے رحمت ہے - بلکہ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ قرآن مجید کتابِ متلو ہے - یہ مصحف ہے اور نبی اکرمؐ قرآن

مجسم ہیں صلی اللہ علیہ وسلم — جیسا کہ آپ کی وفات کے بعد چند لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کی سیرت کے متعلق دریافت کیا تھا تو آپؓ نے جواب میں فرمایا تھا: کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآنَ — لیکن آپؐ کے اس اُسوۂ نور اور شمع ہدایت سے روشنی حاصل کرنے کے لئے بھی چند شرائط کو پورا کرنا لازم ہے اگرچہ آپؐ اپنی جگہ شمع ہدایت ہیں اور جو چاہے آپؐ کے اُسوۂ حسنہ سے رہنمائی حاصل کرلے لیکن اس کے لئے چند شرائط ہیں -!

ان شرائط کو باین الفاظ بیان کیا گیا:

لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ○

"ہر اس شخص کے لئے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اعلیٰ وارفع نمونہ ہے) جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے"۔

اب آپ غور کریں گے تو آیت کے اس حصے میں دو چیزیں جمع ہو گئی ہیں - ایک ایمان باللہ' اور دوسرا 'ایمان بالآخرہ' — ہمارے دین کے تین Pillars of Faith ہیں - ایمان باللہ یا توحید — ایمان بالآخرہ یا معاد اور ایمان بالرسالت — ایمان بالرسالت سے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا تعلق ہے — یہ ایمانیات ثلاثہ باہم گتھے ہوتے ہیں — اگر انسان کا اللہ پر ہی یقین نہیں یا اس میں شرک شامل ہے — تو وہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو اپنے لئے نمونہ کیسے بنالے گا! اور اگر آخرت کا اُسے یقین نہیں، تو پھر وہ آں حضرتؐ کے نقشِ قدم کی پیروی کیسے کریگا! یہ پہلی دو چیزیں ہوں گی تو تیسری بات کا ایک امکان پیدا ہوگا۔ یعنی اللہ سے غافل شخص یا اس شخص کے لئے جو کبھی کبھار یا اتفاقاً اللہ کا نام لینے والا ہو، اور جو اللہ سے ملاقات کی حقیقی امید دل میں نہ رکھتا ہو — اسی طرح جس شخص کو یوم آخرت اور محاسبۂ اُخروی کی کوئی توقع نہ ہو، گویا جو ان دو ایمانیات سے تہی دست ہو، اس کے لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ

اُسوہ اور نمونہ نہیں بن سکتی — آں حضورؐ کے اُسوۂ حسنہ کا اتباع وہی شخص کر سکے گا جو اللہ کے فضل اور اس کی عنایات کا امیدوار ہو اور جس کو یہ بھی دھڑکا لگا ہوا ہو کہ آخرت ہونے والی ہے۔ جہاں کی کامیابی کا سارا دارومدار اسی بات پر ہوگا کہ اس دنیا کی زندگی میں اس کا طرزِ عمل اور رویّہ اللہ کے رسول سے کس درجے قریب تر رہا ہے۔ لہٰذا بات صاف کر دی گئی کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ٥ — اس پوری آیت کا مطلب یہ ہوا کہ آپؐ کی زندگی اس شخص کے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور وہی اس کا اتباع کر سکے گا اور وہی آپؐ کے نقشِ قدم پر چل سکے گا جو اللہ کا طالب ہو اور جو آخرت میں سرخروئی چاہتا ہو اور جو کثرت کے ساتھ اللہ کو یاد کرنے والا ہو — یہاں رَجَاء کا جو لفظ آیا ہے وہ نہایت لطیف ہے — اس میں طالب ہونے کا مفہوم بھی شامل ہے — اور اللہ سے ملاقات کا امیدوار ہونے کا مفہوم تو بالکل واضح ہے اور اس کی وضاحت وَالْيَوْمَ الْآخِرَ سے مزید ہو گئی — یہاں امیدواری میں اللہ کی رحمت، اللہ کی شفقت، اللہ کی نظرِ عنایت کے جملہ مفاہیم شامل ہیں۔ جیسے سورۂ کہف کی آیت نمبر ۲۸ کے درمیان میں فرمایا اَلَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ — "وہ لوگ جو پکارتے ہیں اپنے ربّ کو صبح و شام اپنے ربّ کے چہرۂ انور کے طلب گار بن کر" — وہ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں — آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ — اس کی رضا و خوشنودی کے طالبین ہیں — یہاں فرمایا:

لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ — "جو اللہ کی رضا کا اُمیدوار ہے اور جو یومِ آخرت میں سرخروئی کی توقع رکھتا ہے" —

گویا اُسے یقین ہے کہ یہ دن آکر رہے گا اور جزا و سزا کے فیصلے ہو کر رہیں گے۔

وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ٥ "اور وہ اللہ کو یاد رکھتا ہو کثرت کے ساتھ"

یعنی وہ ہر کام اور معاملے میں اللہ کے احکام اور اس کے اوامر و نواہی کا التزام

واہتمام کرتا ہو اور زبان و قلب سے بھی اللہ کو یاد کرتا ہو ــــ وہ اس بات کو ہر لمحے اور ہر لحظہ قلب و شعور میں مستحضر رکھتا ہو کہ اُسے یوم آخرت میں اللہ کی عدالت میں پیش ہو کر اپنی اس دنیوی زندگی کا حساب دینا ہے ــــ یہ تین شرطیں پوری ہوں گی تو اُسوۂ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام پر کسی درجے میں عمل پیرا ہونے کا امکان پیدا ہوگا۔

اب چونکہ یہاں نبیٔ اکرمؐ کے اتباع کا مضمون چلا ہے تو ضرورت تھی کہ مثال پیش کر کے بتایا جائے کہ آپؐ کے اُسوۂ حسنہ کا اتباع کرنے والوں کا رویّہ کیا ہوتا ہے! ــــ ان کے طرزِ عمل میں کیا فرق واقع ہوتا ہے! لیکن قرآن حکیم میں یہ اسلوب آپ کو عام ملے گا کہ استدلال کی کڑیوں کو بسا اوقات اس طرح نمایاں نہیں کیا جاتا، جس طرح ہم نمایاں کرتے ہیں کہ اس بات کا نتیجہ یہ نکلا یا یہ نکلنا چاہیے۔ جیسے ہم کہیں گے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اُسوۂ حسنہ کی کامل مثال دیکھنی ہو تو صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کو دیکھو جو اس اُسوۂ حسنہ کی پیروی کی مکمل تصویر کا نقشہ پیش کرتی ہیں ــــ یہاں یہ بات کہے بغیر اس اُسوے کی پیروی کا ان الفاظ میں ذکر فرما دیا گیا:

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۔

"اور (حقیقی) مومنوں کا حال اس وقت جبکہ انہوں نے دشمنوں کے لشکروں کو دیکھا تو یہ تھا کہ وہ پکار اٹھے کہ یہ وہی بات ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا ــ اور اللہ اور اس کے رسول کی بات بالکل سچی تھی"

یہ بات گویا کہ اس اُسوۂ حسنہ کی پیروی کا ایک عملی نمونہ اور مظاہرہ ہے۔ یہ اُسوۂ حسنہ کیا ہے جس کا اس سورۃ الاحزاب میں ذکر کیا گیا ہے اُسے ہمیں ذرا تفصیل سے سمجھنا ہوگا ــ یوں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی ہر مسلمان کیلئے ہر اعتبار سے ایک کامل نمونہ ہے۔ ایک باپ کے لئے آپؐ بہترین نمونہ ہیں کہ ایک باپ کو اپنی اولاد کے ساتھ کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ ایک

شوہر کے لئے آپؐ کامل نمونہ ہیں کہ اُسے اپنے گھر میں اپنی بیوی یا بیویوں کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا چاہیئے - ایک پڑوسی کے لئے آپؐ اُسوۂ کاملہ ہیں - ایک مرشد و مزکی اور ہادی و داعی اور مبلغ کے لئے آپؐ اُسوۂ کاملہ ہیں - ایک حکمران (Head of the state) کے لئے آپؐ اُسوۂ کاملہ ہیں - ایک سپہ سالار کے لئے آپؐ اُسوۂ کاملہ ہیں ایک فاتح کے لئے آپؐ اُسوۂ کاملہ ہیں - ایک منصف (Judge) اور قاضی القضاۃ (Chief Justice) کیلئے آپؐ اسوۂ کاملہ ہیں — زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ اکمل واتم نہ ہو - میں کئی مرتبہ سیرت کی تقاریر میں اپنے اس شدتِ تاثر کو بیان کر چکا ہوں کہ سیرتِ مطہرہ کے مطالعے سے میں مبہوت ہوجاتا ہوں اور میرے قلب پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ اور قدسی شخصیت کا جو گہرا تاثر ثبت ہوتا ہے وہ اس بات کا ہوتا ہے کہ اس قدر جامع شخصیت اور اتنی گھمبیر زندگی تو ہمارے تصور میں بھی آنی ممکن نہیں — کیا زندگی کا کوئی گوشہ ایسا ہے جو اُسوۂ حسنہ کے اعتبار سے نامکمل و ناتمام اور خالی نظر آتا ہو ! — ہر پہلو سے مصروف ترین زندگی — ہمارا حال تو یہ ہوگیا ہے کہ جو مسجد کا امام ہو، وہ عموماً خطابت نہیں کرتا - خطیب علیحدہ ہونا چاہیئے — جو خطیب صاحب ہیں وہ پانچ وقت کی نماز پڑھانے کی پابندی کیسے قبول کرلیں گے ! - گویا کہ امامت علیحدہ - خطابت علیحدہ پھر مدرس علیحدہ — مزید براں جو صاحب مدرس کے فرائض انجام دے رہے ہوں، عام طور پر ان سے یہ توقع نہیں کی جاتی کہ یہ تزکیہ و تربیت بھی کریں گے - اس کے لئے کہیں اور جایئے - یہاں سے تو علم حاصل کر لیجئے - مدرسین قال اللہ تعالیٰ اور قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا دیں گے - تزکیۂ نفس کے لئے عموماً کسی دوسرے مزکی و مرشد کی تلاش کرنی ہوگی، جن کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر یہ مرحلہ طے کرنا ہوگا — پھر جو لوگ ان شعبوں سے متعلق ہیں وہ آپ کو کہیں سپہ سالار بھی نظر آتے ہیں ! اور کچھ انتظامی امور کی انجام دہی میں مصروف ملیں گے !! ایسے لوگ اگر لکھنے پڑھنے اور مدرسی و معلمی

میں زندگی بھر لگے رہے یا دعوت و تبلیغ ہی میں پوری زندگی کھپادی اور ان میدانوں میں انہوں نے کوئی قابل قدر کارنامہ انجام دیا تو عموماً ایسے لوگوں کے گھر گرہستی والا کھاتہ کورا نظر آئے گا۔ معلوم ہوگا کہ ساری عمر شادی ہی نہیں کی جب کہیں جاکر یہ کام انجام دیئے ہیں ــــ یہ جو جامعیت ہے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ــ وہ پوری انسانی تاریخ حتیٰ کہ انبیاء و رسل کی مقدس جماعت میں بھی کہیں نظر نہیں آئے گی ۔ آپؐ مسجد نبوی کے امام بھی ہیں اور پنج وقتہ امام ہیں ۔ آپؐ مسجد نبوی کے خطیب بھی ہیں ۔ اصحابِ صفہؓ کے لئے مدرس و معلم بھی ہیں ۔ تمام صحابہ کرامؓ کے لئے آپ مزکی و مربی بھی ہیں ۔ آپؐ ہی سپہ سالار بھی ہیں ۔ صلح کی گفتگو ہو رہی ہے تو آپؐ ہی کر رہے ہیں ۔ باہر سے جو وفود آرہے ہیں تو ان سے آپؐ ہی معاملہ کر رہے ہیں ۔ مقدمات و تنازعات ہیں تو وہ آپؐ کی عدالت میں پیش ہو رہے ہیں ــــ تصوّر تو کیجئے کہ کونسی چیز اور کونسا پہلو ہے جہاں یہ محسوس ہو کہ ہمیں حضورؐ کی زندگی میں نمونہ نہ مل سکتا ہو ــــ حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کا جائزہ لیجئے ــــ بغیر کسی تنقیص کے میں یہ عرض کر رہا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے بچائے کہ میں کسی نبی کی توہین کروں ، لیکن واقعہ تو واقعہ ہے کہ ایک باپ کے لئے ان کی زندگی میں کوئی نمونہ نہیں ۔ ایک شوہر کے لئے ان کی زندگی میں کوئی نمونہ نہیں ۔ کسی قاضی ! کسی سپہ سالار ، کسی فاتح اور کسی صدرِ ریاست کے لئے تو ان کی زندگی میں کوئی نمونہ نہیں ــ آں جنابؑ ایک درویش اور ایک مبلغ اور ایک مربی و مزکی کی حیثیت سے ایک مکمل نمونہ ہیں ، لیکن زندگی کے دوسرے شعبے اور پہلو خالی نظر آرہے ہیں ۔ لہٰذا اس اعتبار سے واقعہ یہ ہے کہ میرے قلب و ذہن اور شعور و ادراک پر جس چیز کا سب سے گہرا تاثر ہے وہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کی اسی جامعیت کا ہے ــــ میں جب گرد و پیش کا جائزہ لیتا ہوں اور حالات کو خود اپنے اوپر وارد کرتا ہوں تو صاف نظر آتا ہے کہ ہم ایک ذمہ داری کا بھی حق ادا نہیں کر پاتے اور اسے نباہ نہیں پاتے اور وہاں کیا عالم ہے ! کونسی ذمہ داری ہے جو نہیں اٹھائی

ہوئی ہے اور اس کو کما حقہ پورا نہیں کیا ہے ! کون سی ذمہ داری ہے جس کی ادائیگی میں کوئی کمی رہ گئی ہو ___ الغرض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ حسنہ ہر اعتبار، ہر پہلو اور ہر حیثیت سے اکمل و اتم ہے ___ حضورؐ کا سب سے بڑا معجزہ تو اللہ کا نازل کردہ قرآن حکیم ہے اور دوسرا معجزہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم خود اپنی ذات اور شخصیت میں ایک عظیم معجزہ ہیں اور اس کا سب سے زیادہ نمایاں پہلو یہ ہے کہ اس قدر گھمبیر اور اتنی ہمہ گیر زندگی آپؐ نے گزاری ہے کہ ہمارے ہوش اور حیطۂ خیال میں بھی نہیں آتی ___ یہ بھی خاصۂ نبوّت ہے اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے ودیعت شدہ صلاحیتیں اور قوتیں ہیں ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے ہر پہلو اور ہر گوشے کے اعتبار سے ایک اسوۂ کامل ہیں ۔ لیکن یہ بات غور طلب ہے کہ قرآن مجید میں جب یہ لفظ اُسوۂ حسنہ آیا ہے تو کس سیاق و سباق اور سلسلہ عبارت (CONTEXT) میں آیا ہے ___ میں نے عرض کیا تھا کہ ہمیں اس بات کو قدرے تفصیل سے سمجھنا ہوگا کہ آپؐ کا اصل اور خصوصی اُسوہ کونسا ہے ! ___ یہ اُسوۂ حسنہ وہ ہے جو ہمیں غزوۂ احزاب میں نظر آتا ہے ___ وہ صبر و ثبات، اللہ کے دین کے لئے سرفروشی اور جاں فشانی اور حال یہ تھا کہ جاں نثاروں کے بشانہ اور قدم بقدم ہی نہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر ہر مشقت میں آپؐ بھی شریک تھے ۔ کوئی تکلیف ایسی نہ تھی جو دوسروں نے اٹھائی ہو اور آپؐ نے نہ اٹھائی ہو ۔ یہ نہیں تھا کہ کہیں زرنگار خیمہ علیحدہ لگا دیا گیا ہو اور قالین بچھا دیئے گئے ہوں اور وہاں حضورؐ آرام فرما رہے ہوں اور مورچھل جھلے جا رہے ہوں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہی خندق کھودنے کے لئے کدالیں چلا رہے ہوں ۔ بلکہ معاملہ یہ تھا کہ خندق کھودنے والوں میں آپؐ بھی شامل ہیں ۔ کدالیں چلاتے ہوئے صحابہ کرامؓ بیک آواز کہہ رہے ہیں ؎ اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ آواز میں آواز ملا کر فرما رہے ہیں کہ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃَ ۔

یعنی سردی اور بھوک کی تکالیف اٹھانے میں آپؐ برابر کے شریک ہیں ___

بھوک اور نقاہت سے کہیں کمر دُھری نہ ہوجاتے اس خیال سے صحابہ کرامؓ نے اپنے پیٹوں پر پتھر باندھ رکھے ہیں - ایک صحابیؓ حضورؐ کو اپنے پیٹ پر بندھا ہوا پتھر دکھاتے ہیں تو سرورِ عالم محبوب ربّ العالمین، خاتم النبیین والمرسلین اپنا کُرتا اُٹھاتے ہیں تو ان صحابیؓ کو شکم مبارک پر دو پتھر بندھے نظر آتے ہیں - محاصرے کے دوران آپؐ ہر وقت خندق میں موجود رہے اور جس طرح صحابہ کرامؓ تکان سے چُور ہوکر پتھر کا تکیہ بناکر تھوڑی دیر کے لئے آرام کی خاطر لیٹ جاتے تھے، اُسی طرح حضورؐ بھی وہیں کھلی زمین پر کچھ دیر کے لئے پتھر پر سر رکھ کر آرام فرما لیا کرتے تھے - یہ نہیں تھا کہ آپؐ نے استراحت کے لئے اپنے واسطے کوئی خصوصی اہتمام فرمایا ہو — بنی قریظہ کی غدّاری کے بعد جس خطرے میں سب مسلمانوں کے اہل وعیال مبتلا تھے، اُسی سے آپؐ کے اہل بیت بھی دوچار تھے - اپنے لئے یا اپنے بال بچوں کے لئے آپؐ نے حفاظت کا کوئی خصوصی انتظام نہیں کیا تھا -

یہ ہے اصل صورتِ واقعہ اور صورتِ حال - جس میں فرمایا گیا ہے کہ :

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ — ہم چھوٹی چھوٹی سنّتوں کی پیروی کرکے یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ہم اسوۂ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عمل پیرا ہیں — ویسے تو ہر چھوٹی سی چھوٹی سُنت بھی وقیع اور لائق اتباع ہے - لیکن اگر یہ چھوٹی سنتیں اُس اصل اور بڑے اُسوہ کے لئے اوٹ بن جائیں تو یہ بڑے گھاٹے کا سودا ہے - اگر ان چھوٹی سُنتوں پر عمل کرنے کے باعث کسی کو یہ مغالطہ اور فریب ہوگیا ہے کہ " میں بڑا متبع سنت ہوں " — میں نے داڑھی بھی چھوڑ رکھی ہے - لباس میں بھی میں سنت کو پیشِ نظر رکھتا ہوں - میں نے یہ بھی اہتمام کر رکھا ہے اور وہ بھی اہتمام کر رکھا ہے — دیکھنا یہ ہے کہ یہ 'اسوہ' بھی زندگی میں ہے یا نہیں ! جو سُورۂ احزاب میں بیان ہوا ہے - یہ دعوت وتبلیغ اور اقامت واظہار دین الحق کے لئے سرفروشی جاں فشانی اور عملی جدوجہد اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات' تکالیف اور مصائب کو برداشت کرنا — اگر زندگی میں یہ نہیں ہے تو پھر کچھ بھی نہیں ہے - پھر

تو یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں آڑ بن گئی ہیں - اس تِل کے پیچھے پہاڑ اوٹ میں آ چکا ہے اور ہمارا اس وقت سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا اصل "اسوہ" ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا ہے (الا ماشاء اللہ) اور وہ اسوہ یہ ہے جو سورۂ الاحزاب میں نہایت نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے اور غزوۂ احزاب کے حالات کے بیان میں قرآن حکیم اس کی طرف خصوصی طور پر مسلمانوں کی نگاہوں کو مرتکز (FOCUS) کرتا ہے -

پھر اس اسوۂ حسنہ کا جو ٹھپّا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت و کردار پر لگا ہے اور اس کی جو چھاپ ان کی زندگیوں میں آئی ہے وہ یہ ہے : وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ — ان کے اوپر یہ ہے چھاپ - جیسے کوئی مشین یا پریس ہو، اس میں لوہے کے ٹکڑے یا کاغذ رکھے ہوں تو جو ڈائی یا بلاک ان میں فٹ ہے، اسی کا نقش (IMPRESSION) آتا چلا جائے گا تو اس "اسوہ" کا نقش یہ ہے جو صحابہ کرام رضہ نے قبول کیا — ہم چھوٹی چھوٹی سنتوں کا مجموعہ بنا کر اُسے ہی کُل "اسوہ" سمجھ بیٹھے ہیں اور ہمارا حال (الاّ ماشاء اللہ) یہ ہو گیا ہے کہ مچھر چھانے جا رہے ہیں اور سموچے اونٹ نگلے جا رہے ہیں — یہ وہ تمثیل ہے - جو علمائے یہود کے اس طرزِ عمل پر حضرت مسیح علیہ السلام نے دی تھی کہ مہاتِ دین اور مقتضیاتِ دین کی طرف سے تو انہوں نے آنکھیں بالکل پھیر لی یا بند کر رکھی تھیں اور جزئیات و فروعات کو وہ کل دین سمجھ بیٹھے تھے اور اسی کی تدریس و تعلیم میں مصروف رہتے تھے - اور ذرا سی کمی بیشی پر لوگوں کو سرزنش بھی کرتے تھے اور ان کی تکفیر بھی — حضرت مسیحؑ کی بیان کردہ یہ تمثیل دُنیا کے ہر کلاسیکل ادب میں ہمیشہ ہمیش کے لئے ضرب المثل بن گئی ہے — میں پھر عرض کر دوں کہ خدارا میری اس گفتگو کا ہرگز یہ مطلب نہ سمجھ لیجئے گا کہ میں چھوٹی چھوٹی سنتوں کی تحقیر کر رہا ہوں یا ان کی اہمیت گھٹا رہا ہوں - معاذ اللہ — نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سُنّت چاہے

وہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو واجب الاتباع ہے - ان کا اہتمام والتزام اگر اس "اسوہ" کے ساتھ ہو جو اس سُورۂ مبارکہ کے مطالعے کے ذریعے ہمارے سامنے آرہا ہے تو سونا ہے۔ اس کے بغیر ہو تو تانبا ہے - جس کی سونے کے مقابلے میں کوئی قدر و قیمت نہیں —— اس لئے کہ اگر نسبت و تناسب درست نہیں ہو گا تو صحیح نتیجہ کیسے برآمد ہو گا! — پھر تو وہی طرزِ عمل وجود میں آئے گا جو میں حضرت مسیحؑ کی تمثیل کے حوالے سے عرض کر چکا ہوں —— اس "اسوہ" کی جو چھاپ صحابہ کرامؓ کی شخصیتوں پر پڑی تو کیفیت یہ ہو گئی کہ جب انہوں نے دیکھا اُن لشکروں کو جو اُمنڈ اُمنڈ کر اِدھر سے بھی آرہے ہیں اور اُدھر سے بھی آرہے ہیں - خیبر سے کیل کانٹے سے لیس یہودیوں کے لشکر بھی آگئے مکّہ سے ابوسفیان ایک لشکر جرار لے کر آگئے ہیں — مشرق سے غطفان کے قبائل آ گئے ہیں — گذشتہ ہفتے دوسرے رکوع کے درس میں ہم سیرت کی مستند کتابوں کی روشنی میں یہ تمام حالات پڑھ چکے ہیں - ان تمام حالات کا نقشہ کھینچ کر پچھلے رکوع کی آیت نمبر ۱۱ میں فرمایا گیا تھا: هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝ "یہ وہ وقت تھا جب اہل ایمان خوب آزمائے گئے اور بڑی طرح ہلا مارے گئے —" یہ نہایت کڑا امتحان تھا صحابہ کرامؓ کے صبر و ثبات کا — یہ آزمائش تھی ان کی استقامت اور استقلال کی —— سردی کا موسم تھا - پھر ہر چہار طرف سے حملہ آور دس کے لشکر پر لشکر جمع ہو گئے تھے جن کی مجموعی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی تھی اور مسلمان خندق میں محصور تھے، جس کا نقشہ ان الفاظ میں بیان ہوا کہ: إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ —— دوسری طرف کیفیت یہ تھی کہ برابر خبریں مل رہی تھیں کہ مدینہ کے باہر جنوب مغرب میں ایک مضبوط گڑھی میں بنی قریظہ کا جو یہودی قبیلہ آباد تھا اور جس سے معاہدہ تھا کہ وہ مدینہ پر حملے کی صورت میں مسلمانوں کا ساتھ دیں گے، وہ ساتھ دینے کے بجائے نقضِ عہد پر تلے بیٹھے ہیں اور کچھ پتہ نہیں کہ وہ پیچھے سے کب مدینہ پر حملہ آور ہو جائیں جہاں نہ صرف

دفاع کا کوئی انتظام نہیں بلکہ مدینہ میں صرف خواتین اور بچے موجود تھے - ان حالات میں اہلِ ایمان کی کیفیات کیا ہیں اور ان کی زبان سے کیا الفاظ نکلے ایہ کہ: قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ـــ

"انہوں نے کہا کہ یہ حالات پیش آنے والے تھے جن کا وعدہ کیا تھا اللہ نے اور اس کے رسول نے (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے بالکل سچ کہا تھا"۔

یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ان مومنین صادقین کے اس قول کے وقت قرآن مجید کا کون سا مقام اور کونسی آیت ان کے سامنے ہوگی ـــ ویسے قرآن حکیم میں یہ مضمون مختلف اسالیب سے بار بار آیا ہے کہ ہم امتحان لیتے ہیں"۔۔۔ ہم آزماتے ہیں - ہم آزمائیں گے ــ" سورہ العنکبوت میں جو مکی سورت ہے اس کے پہلے رکوع میں یہ مضمون خوب واضح طور پر آیا ہے اور یہ رکوع ہمارے منتخب نصاب میں شامل ہے کہ:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝

(آیات ۲-۳)

کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ "ہم ایمان لائے" اور ان کو آزمایا نہ جائے گا ؟ حالاں کہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون ہیں ؟

پھر سورہ البقرہ میں جو مدنی سورت ہے کی آیت ۲۱۴ میں فرمایا:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ

کیا پھر تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت کا داخلہ تمہیں مل جائے گا، حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا ہے، جو تم سے

وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰی یَقُوْلَ	پہلے ایمان والوں پر گزر چکا ہے۔
الرَّسُوْلُ وَ الَّذِیْنَ	ان پر سختیاں گزریں، مصیبتیں
اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ	آئیں ہلا مارے گئے حتیٰ کہ وقت

کا رسول اور اس کے ساتھی اہل ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔

معلوم ہوا کہ ان آیات کے ذریعہ آزمائش و امتحان سے گزارنے کی اس سنت ثابتہ سے اہل ایمان کو بہت پہلے آگاہ کر دیا گیا تھا کہ جس کی بدولت رسول کے ساتھیوں کو آزمائش و ابتلا کی بھٹیوں سے گزارا جائے گا تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی جدا کر دیا جائے — لیکن میرے خیال میں هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ کے پس منظر میں سورۂ بقرہ کی یہ آیات آتی ہیں، جن میں فرمایا گیا:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ	اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر، تنگی،
الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ	فاقہ کشی، جان ومال اور آمدنیوں کے
الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَ	گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہارا امتحان
الثَّمَرٰتِ ؕ	لیں گے اور تمہاری آزمائش کریں گے۔
وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ	ان حالات میں جو لوگ صبر کریں
اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ	اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں
قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ	کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ
رٰجِعُوْنَ ؕ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ	ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے،
صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ	انہیں خوشخبری دیدو، ان پر ان
رَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ	کے رب کی طرف سے بڑی عنایات
الْمُهْتَدُوْنَ ۝	ہوں گی۔ اس کی رحمت ان پر سایہ
(آیات ۱۵۵ تا ۱۵۷)	کرے گی۔ اور ایسے ہی لوگ

راست رو ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ احزاب کی کیفیات سے ان آیات کے ذریعہ

اہل ایمان کو پیشگی مطلع کر دیا گیا تھا - اور ھٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ کے پس منظر میں یہ آیات بہت نمایاں ہیں اور اہل ایمان کی نگاہیں ان پر جمی ہوئی تھیں اور وہ شعوری طور پر جانتے بھی تھے اور منتظر بھی تھے کہ سخت سے سخت آزمائشیں، امتحانات اور ابتلاء آنے والے ہیں -

میں سیرتِ مطہرہ کی تقاریر میں یہ بات کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ شخصی طور پر "یوم طائف" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سب سے کٹھن دن اور سب سے سخت دن تھا اور یہ تو خود حضورؐ کا مرفوع قول ہے - حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جب دریافت کیا کہ آپؐ پر یوم احد سے زیادہ کوئی سخت دن گزرا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ " ہاں مجھ پر جو سخت ترین دن گزرا ہے وہ یوم 'طائف' تھا — پس شخصی اعتبار سے حضور کے لئے یوم طائف ابتلاء و آزمائش کا نقطۂ عروج (CLIMAX) ہے — اور بحیثیت مجموعی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰے علیہم اجمعین کی جماعت کے لئے غزوۂ احزاب آزمائش کی چوٹی ہے — جس کا نقشہ ہم پچھلے رکوع میں پڑھ چکے ہیں کہ :- هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا — غور کیجئے کہ یہاں بھی وہی انداز ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جب آخری امتحان حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے سے متعلق ہوا تھا - اس میں اس سے زیادہ بڑی شاباش اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ خود ممتحن پکار اٹھے کہ واقعی امتحان بہت کڑا تھا اور تم اس میں کامیاب ہو گئے ہو — اس سے بڑی مبارکباد اور اس سے بڑی تہنیت ممکن نہیں کہ خود ممتحن کہہ رہا ہو کہ وَ نَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ○ (الصّٰفّٰت ۱۰۴–۱۰۶) میں سمجھتا ہوں کہ 'شاباش' کا اس سے زیادہ بہتر اسلوب ممکن نہیں ہے کہ خود ممتحن پکار اٹھے کہ امتحان فی الواقع سخت تھا — وہی انداز اور اسلوب یہاں ہے کہ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا — یہ کون کہہ رہا ہے - خود ممتحن کہہ رہا ہے - اللہ خود فرما رہا ہے کہ ہم نے

اہلِ ایمان کا کٹھن امتحان لے لیا اور اُن کو خوب جھنجوڑ لیا۔ جب اہلِ ایمان اس امتحان اور آزمائش میں ثابت قدم نکلے تو دشمنانِ دین کے جو لشکر بادلوں کی طرح امنڈ کر آئے تھے وہ ایسے چھٹ گئے جیسے تھے ہی نہیں۔ غزوۂ احد میں تو ستر صحابہ شہید ہوئے تھے لیکن یہاں تو کھلے مقابلے کی نوبت نہیں آئی۔ البتہ ایک دو مرتبہ خندق میں کود جانے والے کفار سے کچھ مبارزتیں ہوئی ہیں اور تیر اندازی سے چند صحابہؓ شہید ہوئے ہیں جن کی تعداد چھ سات سے زیادہ نہیں، اس وقت صحیح تعداد میرے حافظے میں نہیں ہے۔ اس غزوے میں باقاعدہ کھلا مقابلہ تو ہوا ہی نہیں ہے۔ البتہ محاصرہ بڑا شدید اور خطرہ بڑا مہیب تھا۔ محاصرے کی طوالت دشمنانِ اسلام کے لشکر کی تعداد پھر سردی کا عالم اور سامانِ خورد و نوش کی قلت کی وجہ سے خندق میں موجود صحابہ کرامؓ کو سخت تکالیف و مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ جس کا نقشہ ہم پچھلے رکوع میں پڑھ آئے ہیں کہ: وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ "جب خوف کی وجہ سے آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے مُنہ کو آنے لگے"۔ تو ان حالات میں مومنین صادقین کی دلی کیفیات اور ان کے صبر و ثبات کا نقشہ اس رکوع میں ہمارے سامنے یہ آیا کہ:۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝ آیت ۲۲

جب انہوں نے حملہ آور لشکروں کو دیکھا تو پکار اٹھے کہ "یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اللہ اور اس کے رسول کی بات بات بالکل سچی تھی"، اس واقعہ نے ان کے ایمان اور تسلیم و رضا کی کیفیات میں مزید اضافہ کر دیا۔

اس کے برعکس منافقین اور ان لوگوں کا جو ضعفِ ایمان کا شکار تھے کیا حال تھا اس کا نقشہ ہم پچھلے رکوع میں پڑھ آئے ہیں۔ فوری تقابل کے لئے ان کی دلی کیفیات سے متعلق آیات پھر دیکھ لیجئے جہاں فرمایا گیا:۔

وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ
وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ
مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ
رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ۝
وَ اِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ
يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ
لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ يَسْتَاْذِنُ
فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ
يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا
عَوْرَةٌ ۛ وَ مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ
اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝
وَ لَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ
اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا
الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا
وَ مَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا يَسِيْرًا ۝
وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا
اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ
الْاَدْبَارَ ۭ وَ كَانَ عَهْدُ
اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ۝
(آیات ۱۲ تا ۱۵)

اور یاد کرو وہ وقت جب منافقین اور وہ سب لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا صاف صاف کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو وعدے ہم سے کئے تھے وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھے - جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ "اے یثرب کے لوگو!" تمہارے لئے اب ٹھہرنے کا کوئی موقع نہیں ہے - پلٹ چلو - جب ایک فریق یہ کہہ کر نبی سے رخصت طلب کر رہا تھا کہ ہمارے گھر خطرے میں ہیں حالانکہ وہ خطرے میں نہ تھے - دراصل وہ (محاذِ جنگ) سے بھاگنا چاہتے تھے - اگر شہر کے اطراف سے دشمن گھس آئے ہوتے اور اس وقت انہیں فتنے کی طرف دعوت دی جاتی تو یہ اس میں جا پڑتے اور مشکل ہی سے انہیں شریکِ فتنہ ہونے میں کوئی تامل ہوتا - ان لوگوں نے اس سے پہلے اللہ سے عہد کیا تھا کہ پیٹھ نہ پھیریں گے - اور اللہ سے کئے ہوئے عہد کی باز پرس تو ہونی ہی تھی -

اس امتحان و آزمائش کا نتیجہ یہ نکلا کہ منافقین اور مومنین صادقین علیحدہ علیحدہ نمایاں ہوگئے - غزوۂ اُحد کے موقع پر جو منافقین راستے ہی سے پلٹ گئے

تھے تو انہوں نے عہد کیا تھا کہ اگر آئندہ آزمائش کا کوئی موقع آیا تو وہ ہرگز پیٹھ نہ پھیریں گے۔ غزوۂ خندق میں جب احد سے بھی بڑا خطرہ سامنے آیا تو ان منافقین کی پول کھل گئی اور واضح ہوگیا کہ یہ لوگ اپنے اس عہد میں کتنے مخلص اور سچے تھے — !

جب امتحان مکمل ہوگیا اور مومنین صادقین اور منافقین بھی چھٹ کر نمایاں ہوگئے تو نصرتِ الٰہی آئی اور جیسا کہ ہم پچھلے رکوع میں پڑھ چکے ہیں کہ ایک مہینے کے محاصرے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک سخت آندھی بھیج دی اور ایسے نادیدہ لشکر اتارے جنہوں نے دشمنوں کے کیمپ میں کھلبلی ڈال دی، مزید براں اپنی غیبی تائید سے کچھ ایسے حالات پیدا فرما دیئے کہ ان حملہ آوروں کو اسی میں عافیت نظر آئی کہ اپنے ڈیرے اٹھا کر چلتے بنے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا	اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یاد
اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ	کرو۔ اللہ کے احسان کو جو ابھی
اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا	ابھی، اللہ نے تم پر کیا ہے جب
عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ	لشکر تم پر چڑھ آئے تو ہم نے
تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا	ان پر ایک سخت آندھی بھیجی اور
یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۟	ایسی فوجیں روانہ کیں جو تم کو نظر
(آیت ۹)	نہیں آتی تھیں۔ اللہ وہ سب کچھ

دیکھ رہا تھا جو تم لوگ اس وقت کر رہے تھے۔

رات کو پورا لشکر موجود تھا۔ صبح دیکھا تو میدان خالی پڑا ہے — رات کی شدید آندھی نے ان لشکروں کے خیموں کو تلپٹ کر کے رکھ دیا اور نظر نہ آنے والی فوجوں" کھلبلی مچا دی اور تمام ہی حملہ آور لشکر صبح طلوع ہونے سے پہلے اپنا بوریا بستر گول کر کے کوچ کر گئے — نظر نہ آنے والی فوجوں سے مراد وہ مخفی قوتیں اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ وہ فرشتے ہیں جو اس کائنات کے نظام اور انسانی معاملات میں اللہ کے حکم سے کام کرتے رہتے ہیں اور انسان ان واقعات و حوادث کو صرف ان کے ظاہری اسباب پر محمول کرتا ہے — بہرحال

چونکہ اس تمام صورتِ حال کی غرض و غایت دراصل آزمائش و امتحان تھی۔ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ ۔ اس میں مخلص اہلِ ایمان پورے اترے اور انہوں نے منافقین کے قول مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ؕ کے بجائے دلی یقین کے ساتھ کہا تو یہ کہا کہ: هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۔۔۔ اس ابتلاء سے نہ وہ ہراساں اور خوف زدہ ہوئے اور نہ ہی ان کے حوصلے پست ہوئے بلکہ ان کی کیفیات یہ تھیں کہ: وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ؕ'' اور اس پوری صورتِ حال نے ان کے ایمان اور ان کی تسلیم و رضا کو اور زیادہ بڑھا دیا اور وہ پورے قلبی اطمینان اور انبساطِ قلب کے ساتھ اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔

آیت کے اس ٹکڑے میں زَادَ کا فاعل دراصل وہ پوری صورتِ حال ہے۔ جو غزوۂ احزاب میں پیش آئی ۔۔۔ اب دیکھئے کہ یہ آیت اس بات کے لئے بھی نص ہو گئی کہ ایمانِ حقیقی بڑھتا بھی ہے۔ یہاں کسی ابہام کے بغیر فرمایا گیا ہے۔ کہ اس صورتِ واقعہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ مومنین صادقین کے ایمان میں اور اضافہ ہو گیا۔ ان کی جو کیفیتِ تسلیم و رضا تھی، وہ بھی اور بڑھ گئی ۔ اور ان کا رویّہ یہ ہو گیا کہ ع سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے ۔ ایمان میں اضافے کا ذکر سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۷۳ میں بھی غزوۂ احد پر تبصرے کے دوران آیا ہے کہ: اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۔'' وہ مومنین صادقین جن سے لوگوں (مراد ہیں منافقین) نے کہا کہ تمہارے خلاف بڑا لشکر آیا ہے لہٰذا ان سے ڈرو ۔ تو یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا''۔۔ یہاں زَادَهُمْ ایمانِ حقیقی اور کامل سپردگی میں اضافے کے لئے آیا ہے ۔۔ لہٰذا از روئے قرآن ایمانِ حقیقی کے بڑھنے کی نصوص ہمارے سامنے آ گئیں ۔۔ اور جو چیز بڑھ سکتی ہے۔ وہ گھٹ بھی سکتی ہے۔

اب چونکہ ایمان کے بڑھنے اور گھٹنے کا ذکر آ گیا ہے۔ تو مجھے اس ضمن میں کچھ وضاحت کرنی پڑے گی ۔ ویسے یہ موضوع ہمارے منتخب نصاب میں

ایمان حقیقی کے مباحث کے سلسلے میں بڑی تفصیل سے آتا ہے - یہاں میں اجمالاً وضاحت پر اکتفاء کروں گا اور وہ یہ ہے کہ ایک قانونی ایمان ہے جو اس دُنیا میں ہمارے ایک دوسرے کو مسلمان سمجھے جانے کا سبب یا ذریعہ بنتا ہے - اس قانونی ایمان میں عمل سرے سے زیر بحث نہیں آتا چونکہ یہ قانونی ایمان نہ بڑھتا ہے، نہ گھٹتا ہے - اس کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول صحیح ہے کہ اَلْاِیْمَانُ قَوْلٌ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ - "ایمان قول و اقرار کا نام ہے جو نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے" - اس ایمان کا اقرار باللسان پر دار و مدار ہے - تصدیقِ قلبی اس میں زیر بحث آ ہی نہیں سکتی - اس لئے کہ ہمارے پاس کوئی ایسا آلہ نہیں ہے کہ کسی کے دل میں اتار کر دیکھ لیا جائے کہ ایمان ہے یا نہیں! کوئی جھوٹ موٹ کلمہ پڑھ رہا ہے یا سچ پڑھ رہا ہے - اس دنیا میں کسی کے مسلمان قرار دیئے جانے کے لئے تمام تر دار و مدار اقرار باللسان پر ہوتا ہے اور یہ قانونی ایمان کسی شخص کے اسلامی معاشرے کا فرد اور کسی اسلامی ریاست کا شہری بننے کی بنیاد بنتا ہے - یہ قانونی ایمان نہ گھٹتا ہے اور نہ بڑھتا ہے - ایمان کے اس پہلو کے لحاظ سے امام ابوحنیفہ کی یہ رائے کہ اَلْاِیْمَانُ قَوْلٌ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ صدفی صد درست ہے - ایک ہے ایمانِ قلبی — "تَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ" والا ایمان، جو دل میں ہوتا ہے - قانون اس سے بحث نہیں کرتا لیکن آخرت میں ساری بحث اسی سے ہوگی - اللہ کو کسی کا قانونی مسلمان ہونے یا نہ ہونے کی کوئی پرواہ نہیں ہے، یہ دنیوی معاملہ ہے دنیا میں اس بنیاد پر معاملات طے ہو چکے — اللہ تو تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے - اس کی نگاہ تو تمہارے دلوں پر ہے کہ یہاں ایمان و یقین ہے یا نہیں — اس ضمن میں سورہ الحجرات میں فرمایا کہ وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ - "ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے"- اس قلبی اور حقیقی ایمان کا معاملہ یہ ہے کہ وہ گھٹتا بھی ہے بڑھتا بھی ہے - اس دل والے ایمان میں "عمل" ایک جزوِ لازم بن جائے گا - اس لئے کہ دل میں یقین ہوگا تو عمل میں اس کا ظہور لازماً ہوگا — اس اعتبار سے امام بخاری

رحمۃ اللہ کا یہ قول صدفی صد درست ہے کہ اَلْاِیْمَانُ قَوْلٌ وَّعَمَلٌ یَزِیْدُ وَیَنْقُصُ — "ایمان قول وعمل کے مجموعے کا نام ہے یہ بڑھتا بھی اور گھٹتا بھی ہے — یہ ضمنی بحث اس ضمن میں آگئی کہ: وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝ "اور نہیں بڑھایا ان میں مگر ایمان اور تسلیم کو" ایمان قلبی کیفیت اور تسلیم، سپردگی وحوالگی — اسلام اور تسلیم میں کوئی خاص فرق نہیں ہے - اسلام بابِ افعال ہے اور تسلیم باب تفعیل ہے - بابِ افعال کا خاصّہ ہے کہ ایک دم کوئی کام ہوجائے لہٰذا اسلام کا مطلب ہوگا فوری طور پر خود کو کسی کی سپردگی میں دیدینا - اور باب تفعیل کسی کام کے پے بہ پے اور مسلسل ہونے کی خاصیت کے اظہار کے لئے آتا ہے - لہٰذا تسلیم کا مفہوم ہوگا ہردم و ہر دفت اور مسلسل اس سپردگی کی کیفیت کو قائم و برقرار رکھنا —— جیسے ہی کسی نے اقرار کیا کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھدان محمدا رسول اللّٰہ وہ دفعتاً کفر کی سرحد سے اسلام کی سرحد میں آگیا - اس نے ایک پالے سے دوسرے پالے میں دفعتاً چھلانگ لگادی - اور وہ مسلمان ہوکر مسلم معاشرے کا فرد اور ایک مسلم ریاست کا شہری بن گیا - اس کو ایک مسلمان کے تمام حقوق حاصل ہوگئے - اور یہ بالکل برابر ہوں گے - ان میں کوئی کمی بیشی اس دنیا میں نہیں ہوتی - اسلام کی اس کیفیت کو وثوق حاصل ہوجائے گا اور اس کے طرزِ عمل میں مسلسل اطاعت شعاری اور فرماں برداری اور سپردگی کا مظاہرہ ہوتا رہے گا تو یہ تسلیم ہے — یہ مصرع اسی کیفیت کی عکاسی کرتا ہے کہ "سرِ تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے" اور فارسی کا یہ شعر بھی اسی کیفیت کا مصداق ہے کہ ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

یہ ہے تسلیم و رضا کی کیفیت آگے فرمایا:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ	"اہل ایمان میں ایسے لوگ
صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ	موجود ہیں جنہوں نے اللہ سے کئے
عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى	ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا ہے۔

نَّحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ؗ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝ | ان میں سے کوئی اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی اپنی باری آنے کا منتظر ہے - اور ان اہل ایمان نے اپنے رویّے اور طرزِ عمل میں ذرّہ برابر تبدیلی نہیں کی ہے۔"

یہ آیت اس امر کی متقاضی ہے کہ اس کے ایک لفظ پر غزوۂ احزاب کے پس منظر میں غور و تدبّر کیا جائے — کاش کہ اس موقع پر میری اور آپ کی زبان اور قلب سے "آمین" کی کوئی صدا نکل گئی ہو کہ اللہ، ہمیں بھی ان میں شامل فرمادے - اللہ تعالیٰ ان اہل ایمان کی مدح و ستائش فرما رہا ہے کہ ان میں ایسے بھی جواں مرد اور باہمت لوگ ہیں جو اپنے عہد کو پورا کر چکے — یہاں رجال کا لفظ استعمال ہوا ہے جو رجل کی جمع ہے - اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خواتین اس سے خارج ہو گئیں — قرآن حکیم میں اہل ایمان کو عمومیت کے ساتھ مذکّر کے صیغے میں خطاب کیا گیا ہے - ایسا بغرض تغلیب ہوتا ہے اور اس میں آپ سے آپ خواتین بھی شامل ہوتی ہیں — یہاں رجالٌ اپنی اس معنویت کے لئے آیا ہے کہ اس دنیا میں شیطانی وساوس سے بچ کر دین پر کاربند رہنا کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ بڑی ہمت اور جواں مردی کا کام ہے — یہی مضمون سُورۂ نور کے پانچویں رکوع میں آیا ہے - جو ہمارے منتخب نصاب میں شامل ہے کہ :

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝ (آیت نمبر ۳۷) | ان میں ایسے باہمت وجواں مرد بھی ہیں، جنہیں تجارت اور خرید فروخت اللہ کی یاد سے اور اقامت نماز اور ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کر دیتی - وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل الٹنے اور دیدے پتھرا جانے کی نوبت آجائے گی -

اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ یہ کیفیات عورتوں میں نہیں ہو سکتیں - خواتین میں امہات المومنین ہیں - صحابیات ہیں - رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین - پھر

بڑی بڑی متقی، صالح، صابر، عابد و زاہد اور مجاہد خواتین اُمت میں پیدا ہوتی ہیں۔ ان میں ایک اللہ والی وہ خاتون خنساءؓ بھی ہیں، جس کے چار جوان بیٹے حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں ایران کی جنگ قادسیہ میں شہید ہو گئے اور انہوں نے سجدۂ شکر ادا کیا ــ ایک خاتون وہ بھی ہیں کہ جب غزوۂ احد میں عارضی ہزیمت ہوئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ مدینہ تک پہنچی تو وہ بیتابانہ میدان احد میں آتی ہیں ۔ ان کو خبر دی جاتی ہے کہ تمہارے والد شہید ہو گئے، وہ پوچھتی ہیں کہ یہ بتاؤ کہ رسول اللہؐ کا کیا حال ہے ان کو خبر دی جاتی ہے کہ باپ شہید ہو گیا کوئی بات نہیں ــ انؓ سے کہا جاتا ہے کہ تمہارا شوہر بھی شہید ہو گیا، ــ وہ کہتی ہیں کہ کوئی بات نہیں، مجھے یہ بتاؤ کہ حضورؐ کا کیا حال ہے ــ ان کو بتایا جاتا ہے کہ تمہارا بیٹا بھی شہید ہو گیا ــ وہ اللہ کی بندی پوچھتی ہیں کہ مجھے حضورؐ کے بارے میں بتاؤ ــ اور جب انہیں معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرمؐ بخیریت ہیں تو وہ کہتی ہیں ۔ الحمدللہ اس خوشخبری کے آگے سب کچھ ہیچ ہے ـ۔ باپ شوہر اور بیٹا تو مرتبۂ شہادت پر فائز ہو کر کامران و کامیاب ہو گئے ــ الغرض بے شمار نظائر ہماری تاریخ میں ایسی خواتین موجود ہیں ــ وہ جو کہا گیا ہے کہ ؎ خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد نہ ہر زن زن است نہ ہر مرد مرد ــ

اس بات کو اس مقام پر ذہن میں رکھیے کہ یہاں رجال سے معنی جواں مردو باہمت لوگ مراد ہیں ۔ خواہ وہ مرد ہوں خواہ عورتیں ۔ جن کی کیفیات یہ ہوں کہ :

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَاۗءِ الزَّكٰوةِ ــ جن کو نہ کوئی کاروبار و مصروفیت دنیوی اللہ کی یاد سے روک سکتی ہیں۔ اور نہ اقامتِ صلوٰۃ اور ایتاءِ زکوٰۃ سے ۔

دیکھیے کہ ان آیات سے یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ بندۂ مومن کی زندگی کے دو رُخ ہیں ــ ویسے یہ تمام مباحث و مضامین ہمارے منتخب نصاب میں آ جاتے ہیں ــ ایک طرف اللہ کے ساتھ دلی تعلق اور لگاؤ اور اس میں ثبات ــ دوسری طرف اللہ کے دین کے لئے جہاد و مجاہدہ اور اس میں صبر و ثبات اور استقلال و استقامت ــ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷ میں جو

آیت بر کے نام سے ہمارے منتخب نصاب میں شامل ہے، برّ و تقویٰ کے ضمن میں ایمان کے ساتھ سچّے اور حقیقی نیکوکاروں کے دوسرے اوصاف کے ضمن میں یہ اوصاف بھی ہمارے سامنے آتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک صادق اور نیک لوگ وہ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اور جب کوئی عہد و معاہدہ کرتے ہیں تو اس کو پورا کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں تنگی اور مصیبت نیز جہاد اور قتال کے موقع پر انتہائی صبر کرنے اور ثابت قدم رہنے والے ہوتے ہیں - وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ اِذَا عٰھَدُوْا وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ٥ —— ایک بندۂ مومن کی زندگی کی یہ دو شکلیں ہیں - پہلی شکل میں بھی بڑی ہمت اور قوت ارادی کی ضرورت ہے اور دوسری شکل میں بھی انتہائی صبر و استقلال کی ضرورت ہے لہٰذا یہاں فرمایا: مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ - اہل ایمان میں وہ جواں مرد اور باہمت لوگ بھی ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا اس عہد کو جو انہوں نے اپنے اللہ سے کیا تھا -

اب غور کیجئے کہ یہ عہد کون سا ہے؟ اسلام خود ایک بہت بڑا عہد ہے۔ پھر ہم نماز کی ہر رکعت میں اس کا اقرار اور اس کی تجدید کرتے ہیں کہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ - اللہ کے ساتھ اس سے بڑا کوئی عہد ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور کریں گے اور صرف تجھ ہی سے طالبِ اعانت و دستگیری ہیں اور رہیں گے —— ہم نے اپنا سب کچھ تیرے سپرد اور تیرے حوالے کر دیا ہے - سپردم بتو مایۂ خویش را - اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ —— وہ بلاشبہ اللہ نے اہل ایمان سے ان کی جانیں اور ان کے اموال جنت کے عوض خرید لئے ہیں اب اس سودے میں پورے اتر کر دکھاؤ —— کہنے کو کہہ دیا - پڑھنے کو پڑھ لیا، سننے کو سن لیا لیکن پورا اتر کر دکھانا قیامت ہے - قیامت تو وہاں ٹوٹتی ہے جہاں مال خرچ کرنے کا وقت آئے تو ہم کہتے ہیں، ہمارا مال - اللہ کا مال

تو نہ کہا اور نہ ہم نے سمجھا -- کہنے کو تو شاعر نے بھی کہہ دیا کہ ؎

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

لیکن اس پر پورا اترنا کوئی آسان بات نہیں --- پس یہاں ان اہل ایمان کی مدح وستائش ہو رہی ہے - جنہوں نے اس آزمائش و ابتلا میں اپنے آپ کو پورا ثابت کر دکھایا -- لہٰذا ان کی شان میں فرمایا: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ --- آگے فرمایا: فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ "پس ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے" یعنی اللہ کی راہ میں جان دے کر فارغ ہوئے، سرخرو اور سبک دوش ہو گئے --- وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ - اور ان میں وہ بھی ہیں جو اس بات کے منتظر ہیں کہ کب وہ وقت آئے جب ہم اپنے اس عہد کو پورا کر کے سرخرو ہو جائیں اور اپنے شانوں پر رکھا ہوا بوجھ اتار کر سبک دوش ہو جائیں --- اگر گردن کٹ گئی تو شانوں کا بوجھ اتر گیا اور سبک دوشی حاصل ہو گئی --- پچھلے دنوں قرآن اکیڈمی میں درس حدیث کے سلسلے میں وہ حدیث زیر درس آئی ہے، جس میں نبی اکرم ؐ نے فرمایا کہ "جو بندۂ مومن صدق دل سے اللہ سے شہادت طلب کرتا رہے گا تو چاہے اس کی موت بستر پر واقع ہو اللہ کے ہاں وہ شہید ہی شمار ہو گا (او کما قال صلے اللہ علیہ وسلم) یہ اصل میں يَنْتَظِرُ والی کیفیت کی ایک طرح کی شرح ہے - البتہ اس انتظار کی کیفیات اور شرائط ہونگیں --- قتال کا مرحلہ کیسے آئے گا جبکہ آپ نے جہاد ہی کی کوشش شروع نہیں کی - آپ نے دین کے لئے محنت ومشقت کے میدان میں قدم ہی نہیں رکھا۔ آپ اقامت دین کے لئے جد وجہد کرنے والی کسی تنظیم وجماعت سے وابستہ ہی نہیں ہوئے تو پھر قتال کا مرحلہ کہاں سے آجائے گا جو جہاد کی آخری اور چوٹی کی منزل ہے۔ یہ تو اس وقت مرحلہ آسکے گا جب آپ کسی ایسی منظم دعوت اور تحریک سے عملاً وابستہ ہوں جو اقامت دین کے لئے کوشاں ہو --- غور کیجئے ایسے بھی تو صحابہ کرام رضؓ ہوں گے جن کا ہجرت سے قبل انتقال ہو گیا ہو گا لیکن وہ اس دعوت وتبلیغ اور تکبیر رب میں نبی اکرم ؐ کے دست وبازو رہے ہیں - اپنی جانیں، اپنا مال اپنے اوقات اپنی توانائیاں اور اپنی صلاحیتیں لگاتے رہے ہیں کھپاتے رہے ہیں --- وہ اگر غزوۂ بدر یا احد تک پہنچ گئے ہوتے تو کیا یہ ممکن تھا کہ ان کے قدم پیچھے ہٹ جاتے! لیکن ان کا سابقہ طرز عمل

ثابت کرے گا کہ وہ اپنے موقف میں کتنے ثابت قدم اور سرگرم عمل رہے ہیں۔ کوئی قدم قدم پر پیچھے ہٹ رہا ہو اور پیسے پیسے کو سینت سینت کر رکھ رہا ہو تو کیسے ممکن ہے کہ اگر کبھی وقت کا تقاضا ہو تو وہ جان و مال کی بازی لگا دیگا۔ — پس صدقِ دل سے ایک بندۂ مومن شہادر طالب ہو اور تمنا کرے کہ اللہ کی راہ میں نذرِ جاں پیش کرنے کی اس کو سعادت ملے تو اسکی زندگی میں اس کے عملی مظاہرے ہونے لازم ولابد ہوں گے — اگر وہ جہاد فی سبیل اللہ کی وادی میں قدم رکھ چکا ہے اور شہادت کا طلبگار بھی ہے تو وہ اس بات کی توقع رکھے کہ اگر بستر پر بھی اسکی موت آئے تو اُسے مرتبۂ شہادت مل سکے گا — اس کی مثال ایسی ہے کہ جس نے کاغان کا سفر شروع کیا ہے تو بابوسر پاس تک بھی پہنچنے کا امکان ہوگا۔ لیکن اگر کوئی بالاکوٹ سے آگے بڑھنے اور وادیٔ کاغان میں قدم رکھنے کے لئے ہی تیار نہیں تو بابوسر پاس کب آئے گا! بیٹھے بیٹھے بابوسر پاس کی تمنا کرتے رہنا تو وہ تو سوائے اپنے آپ کو دھوکا دینے کے اور کچھ نہیں — یہ تو ایسا ہی ہے کہ ع خود را بہ فریبد کہ خدا را بہ فریبد — ایسا شخص خود اپنے آپ کو فریب دے رہا ہے یا خدا کو فریب دے رہا ہے — علامہ اقبال مرحوم نے خوب کہا ہے کہ ؎

پتہ نہیں نام کیا ہے اِس کا خدا فریبی کہ خود فریبی
عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانا

تو اس دھوکے کے انداز میں شہادت کی تمنا نہ ہو بلکہ عمل کے ساتھ صدقِ دل سے ہو تو بستر کی موت بھی ان شاء اللہ العزیز شہادت کی موت ہوگی — حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی موت بستر پر آئی ہے — جن کی زندگی ہمیشہ جنگوں کے اندر بیتی ہے لیکن موت بستر پر آئی ہے — اس میں یہ حکمت بھی ہو سکتی ہے کہ آں جنابؓ کو "سیفٌ من سیوف اللہ" کا خطاب بارگاہِ رسالت مآبؐ سے ملا تھا — اس لئے شہادت ایک نوع سے اللہ کی تلوار کے ٹوٹنے کے مترادف ہوتی — انؓ کو شہادت کی موت کی بڑی تمنا تھی اور اسلام لانے کے بعد ان کی زندگی جہاد و قتال میں گزری ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک اور نوید کے مطابق انکی بستر کی موت بھی شہادت کی موت ہے کہ جس دل میں صدقِ دل سے شہادت کی آرزو اور تمنا ہوگی، اسکی بستر کی موت بھی شہادت کی موت ہوگی۔

اس آیت کے آخر میں فرمایا: "وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ۝" انہوں نے اپنے رویے میں سر مو تبدیلی نہیں کی " "تبدیلاً" یہاں مفعول مطلق کے طور پر آیا ہے تو اس میں مبالغہ کا مفہوم پیدا ہوگیا۔ یعنی ان اہل ایمان نے بالکلیہ اپنے عہد اور وعدے کو ایفا کیا اور اس میں سر مو تبدیلی نہیں کی بلکہ اس کو پوری طرح نباہا — اور یہ جان لیجئے، پہلے بھی میں نے عرض کیا ہے کہ ہمارے اور اس معاشرے میں بڑا بنیادی فرق یہی تھا۔ وہ عہد کے سچے تھے اور ہم عہد کرتے ہیں اور اس کا ایفاء نہیں کرتے اور اسکو نہیں نباہتے ۔ ہم بیعت کرتے ہیں اور توڑ دیتے ہیں — ابھی عہد کریں گے اور ہاتھ میں ہاتھ دیں گے لیکن دو دن کے اندر اس کو توڑ دیں گے ۔ یہ جو ہمارے کردار میں گھن لگ گیا ہے اس کے سبب سے ہماری شخصیتیں کھوکھلی ہو چکی ہیں — اس معاشرے کی کیفیت یہ تھی کہ ہاتھ میں ہاتھ دیدیا ہے تو ہر چہ بادا باد عہد کو ایفا کرنا اور نباہنا ہے ۔ پیچھے ہٹنے کا کوئی سوال نہیں ۔ یہ کردار اس معاشرے میں ایام جاہلیت میں بھی موجود تھا — لوگ بڑی زیادتی کرتے ہیں کہ اس دور کا ایسا نقشہ کھینچتے ہیں کہ جیسے اس معاشرے میں ظہور اسلام سے قبل سرے سے کوئی خیر تھا ہی نہیں — میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے اس بگڑے ہوئے مسلمان معاشرے سے بہت سے اعتبارات سے وہ معاشرہ کہیں بہتر تھا۔ ان کے ہاں اگر کوئی مہمان کے طور پر مقیم ہوگیا ہے اور وہ باپ کا قاتل بھی ہے تو اس پر آنچ نہیں آئے گی اور اس حالت میں انتقام نہیں لیا جائے گا۔ جسے بھائی کہہ دیا ہے اس کے لئے جان و مال سب حاضر ہے ۔ جس کو پناہ دے دی ہے اس کے لئے پورے قبیلے کی مخالفت گوارا کر لی جائے گی اور اس کی مدافعت میں اپنی جان پر کھیل جائیں گے ۔ وہاں حال یہ تھا کہ جس کی اطاعت قبول کر لی ہے، اب اس اطاعت سے کبھی سرتابی نہیں کی جائے گی — یہ بنیادی کردار ہوتا ہے۔ ہم اس وقت جن اسباب کی بنا پر دنیا میں رُل رہے اور پامال ہو رہے ہیں اور ہمارا کوئی وقار نہیں ہے اور کوئی باعزت مقام ہمیں حاصل نہیں ہے تو اس کا اصل سبب یہی ہے کہ ہمارا کردار پست ہو چکا ہے اور ہم بنیادی اخلاقیات سے بھی تہی دست ہو چکے ہیں ۔ الّا ما شاء اللہ — نمازیوں کی کمی نہیں ہے ۔ کافی تعداد موجود ہے ۔ اصل وجہ یہ ہے کہ کردار میں پختگی نہیں ہے بلکہ انتہائی بودا پن ہو

ہے۔ عہد کرکے نباہنے اور اس کو وفا کرنے کی خوا ور ارادہ نہیں ہے۔ جھوٹے وعدے ہم کرتے ہیں اور اچھے اچھے اور بڑے بڑے سمجھ دار لوگ اس کمزوری میں مبتلا ہیں۔ یہ ہے ہمارے کردار کی ناپختگی اور بودے پن کا بہت بڑا سبب۔ ہمارے دین میں عہد کے ایفا کی جو اہمیت ہے اس کا تفصیل سے ذکر ہمارے منتخب نصاب میں متعدد بار آتا ہے۔ جیسے آیتِ برّ (سورۃ البقرہ آیت ۱۷۷) کے درس میں اہلِ برّ و تقویٰ کے اوصاف کے ضمن میں آتا ہے کہ: وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا۔ سورۂ بنی اسرائیل کے تیسرے رکوع کے درس میں بیان ہوتا ہے کہ: وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ○ اسی طرح سورۃ المومنون کے پہلے رکوع کی آیت ۸ اور سورۂ المعارج کے پہلے رکوع کی آیت نمبر ۳۲ میں ایک شوشے کے فرق کے بغیر امانت اور عہد کے متعلق مومنین صالحین کے اوصاف کے ضمن میں آتا ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ○ "اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کی پوری طرح حفاظت کرنے والے ہیں" (وہی فلاح یافتہ ہیں) یہ ہے کردار کی ایک اہم ترین بنیاد کہ اہلِ ایمان اپنے عہد و پیمان اور قول و قرار کو وفا کرنے والے اور انکو پورا کرنے والے ہوتے ہیں۔ میں نے اب تک جو توضیح و تشریح کی ہے، اسکی روشنی میں اس آیت کو پھر ایک بار دیکھ لیجئے۔ پھر ہم آگے بڑھیں گے۔ فرمایا: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ○

(جاری ہے)

بقیہ "تبصرہ کتب"

جناب ادیب کی تحریر میں سلاست بھی ہے اور سادگی بھی پھر ان کا طرزِ استدلال بھی نہایت دلنشین ہے۔ اس کتاب میں مؤثر انداز میں عوام و خواص اور مرد عورت دونوں طبقوں کو دعوتِ فکر دی گئی ہے۔ البتہ ہمیں دونوں کتابوں کی قیمت کچھ زیادہ محسوس ہوئی۔

وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ
فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ
وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

(الحدید: ۲۵)

اور ہم نے لوہا اتارا

جس میں بڑی قوت بھی ہے اور لوگوں کے لیے

بڑے فوائد بھی ہیں۔

اتفاق فاؤنڈریز لمیٹڈ

۳۲- ایمپرس روڈ - لاهور

سلسلۂ تقاریر: رسولِ کامل (صلی اللہ علیہ وسلم) ۱۲

نبی اکرمؐ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں

اور

نبوی مشن کی تکمیل اور ہمارا فرض

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (الاعراف: ۱۵۷)

"پس جو لوگ ایمان لائے ان (نبی اکرمؐ) پر اور جنہوں نے ان کی توقیر و تعظیم کی اور جذبۂ احترام کے ساتھ جنہوں نے انؐ کی مدد و حمایت کی، اُن کے کام اور ان کے مشن میں اُنؐ کے دست و بازو بنے اور انؐ کے فرضِ منصبی کی تکمیل میں اپنی قوتوں، صلاحیتوں اور توانائیوں کو کھپایا اور جنہوں نے اُس نور کا اتباع کیا۔ پیروی کی جو اُنؐ کے ساتھ نازل کیا گیا ہے یعنی قرآن مجید۔ تو یہی لوگ ہیں جو خدا کے ہاں فلاح پانے والے کامیاب کامران اور شاد کام ہونے والے قرار پائیں گے"

قَالَ النَّبِيُّ صلے اللہ علیہ وسلم: اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ: قُلْنَا لِمَنْ: قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ۔ (مسلم)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ الْكَرِيْمُ

اُمّتِ مسلمہ اِس وقت جس صورتِ حال سے دوچار ہے اُس کی تفصیل میں جانے کی چنداں احتیاج نہیں ہے۔ ہر صاحبِ نظر آگاہ ہے کہ عزّت اور وقار اور سربلندی گویا کہ ہم سے چھین لی گئی ہے اور اللہ تعالےٰ معاف

فرمائے واقعہ یہ ہے کہ جو مغضوب علیہم قوموں کا نقشہ قرآن مجید میں کھینچا گیا ہے۔ مختلف اعتبارات سے وہی نقشہ آج ہمیں اپنے اُوپر منطبق ہوتا نظر آرہا ہے۔ افتراق ہے، باہمی خانہ جنگیاں ہیں، اختلافات ہیں ۔ وحدت اُمّت جو مطلوب ہے تو اس کا شیرازہ پارہ پارہ ہو چکا ہے ۔ سوال یہ ہے کہ اس صورت حال کا حل کیا ہے؟ اس کے لئے ہم کس طرف رجوع کریں؟ ۔ اس کا جواب اگر ایک لفظ میں جاننا چاہیں تو وُہ یہ ہے کہ خلوص اور اخلاق کا رشتہ اور وفاداری کا تعلق از سرِ نو اللہ سے اس کی کتاب سے اُس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے استوار کیا جائے اور صحیح بنیادوں پر قائم کیا جائے ۔

ابھی جو حدیث میں نے آپ کو سُنائی اُسکی رُو سے نبی اکرمؐ نے یہ فرمایا:-

دین تو بس خیر خواہی اور خلوص اور اخلاص اور وفاداری کا نام ہے ۔
پُوچھا گیا کہ حضورؐ کس کی وفاداری کس سے خلوص و اخلاص؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا! اللہ سے اُس کی کتاب سے اُس کے رسولؐ سے اور مسلمانوں کے رہنماؤں اور قائدین سے اور عامتہ المسلمین سے ۔

اللہ تعالےٰ کے ساتھ خلوص و اخلاص کا جہاں تک تعلق ہے تفصیل میں جانے کا موقع نہیں ہے وہ ایک لفظ میں ادا کیا جا سکتا ہے ۔ التزام توحید اور شرک سے اجتناب شرک کی ہر نوعیت سے ہر شائبے سے اپنے آپکو پاک کر لیا جائے تو یہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ وفاداری ہے ۔ اگرچہ کام آسان نہیں بقول علاّمہ اقبال مرحوم ۔

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنالیتی ہے تصویریں

جہاں تک قرآنِ مجید اور نبی اکرمؐ کے ساتھ خلوص و اخلاص کا معاملہ ہے تو یہ درحقیقت دو چیزیں نہیں ایک ہی ہیں ۔ اس لئے کہ نبی اکرمؐ قرآنِ مجسم ہیں۔ قرآن حکیم مُصحف ہے ۔ قرآن متلو ہے اور آنحضورؐ قرآنِ مجسم ہیں جیسے کہ فرمایا اُم المومنین حضرت عائشہ صدّیقہؓ نے جب اُن سے یہ فرمائش کی گئی کہ ہمیں حضورؐ کی سیرت بتائیے ۔ تو آپ نے سوال کیا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے اور جب جواب اثبات میں آیا تو

آپ نے فرمایا: کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنَ" حضورؐ کی سیرت قرآن ہی تو ہے"

اب ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ نبی اکرمؐ کے ساتھ خلوص و اخلاص کے تقاضے کیا ہیں۔ آنحضورؐ کے ساتھ ہماری وہ نسبت کیسے قائم ہوسکتی ہے جس کے بارے میں علامہ اقبال نے سادہ ترین الفاظ میں تو یوں کہا کہ:

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اور بڑے پُرشکوہ انداز میں کہا:

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اُوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرمؐ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں چار ہیں۔ آج جو آیت تلاوت کی گئی۔ اس کا پس منظر بڑا عجیب ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے جب اپنے اور اپنی قوم کے لئے بارگاہِ خداوندی میں رحمت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا: میری ایک رحمت تو عام ہے جو تمام مخلوقات کے لئے کھلی ہوئی ہے اور جو میری رحمتِ خصوصی ہے تو اُسے میں نے مخصوص کر دیا ہے اُن لوگوں کے لئے جو میرے نبی اُمّی سے اپنا صحیح تعلق قائم کریں گے۔ وہ تعلق کیا ہے؟ اس کو سورہ الاعراف کی آیت ۱۵۷ کے آخری حصے میں اُن الفاظِ مبارکہ میں بیان کر دیا۔ جس کی میں نے آغازِ کلام میں تلاوت کی تھی کہ:۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

"جو لوگ اُن پر ایمان لائیں گے اُن کی تعظیم کریں گے اُن کی نصرت و حمایت کریں گے اور جو نور اُن کے ساتھ نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کریں گے وہ ہوں گے اصل معنی میں کامیاب اور میری رحمتِ خصوصی اُنہی لوگوں کے حصے میں آئیگی"

اس آیہ مبارکہ کی روشنی میں غور کیا جائے تو حضورؐ کے ساتھ ہمارے تعلق کی چار بنیادیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں۔

سب سے پہلی بنیاد ہے تصدیق و ایمان - یہ تصدیق کرنا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم - آپؐ نے جو کچھ فرمایا اپنی طرف سے نہیں فرمایا - بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو وحی فرمایا اُسی کو نوعِ انسانی کے سامنے پیش فرمایا :

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

"اور ہمارا نبیؐ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا - یہ تو ایک وحی ہے جو ان پر کی جاتی ہے ۔" (النجم ۳-۴)

اب اس ضمن میں یہ جاننا چاہیئے کہ اس ایمان اور تصدیق کے دو درجے ہیں ایک اقرارٌ باللسان کا درجہ ہے - زبانی اقرار - اس سے انسان اسلام کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے - وہ قانونی ضرورت پوری ہو جاتی ہے جو اُمتِ محمد علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں شامل ہونے کے لئے لازمی اور ضروری ہے لیکن اصلی ایمان "تصدیق" "بالقلب" کا نام ہے جبکہ آنحضورؐ کی رسالت پر آپؐ کی نبوت پر دل میں یقین کی کیفیت پیدا ہو جائے تو یہ ہے ایمان مطلوب - اس کے بغیر جو دوسرے حقوق ہیں نبی اکرمؐ کے وہ ہم ادا نہیں کرسکتے پھر زبانی کلامی تعلق رہے گا جیسے کہ اللہ معاف فرمائے ہماری ایک عظیم اکثریت کا فی الواقع ہے -

دوسرا تعلق ہے تعظیم و محبت - یہ لازمی تقاضا ہے - یقینِ قلبی کا - اگر یہ یقین ہو کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم تو آپؐ کی ایک عظمت کا نقش قلب پر قائم ہوگا - آپؐ کی محبت دل میں جاگزیں ہوگی جیسے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا -

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ؕ

"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا، جب تک میں اُسے محبوب تر نہ ہو جاؤں اُس کے اپنے بیٹے سے، اس کے اپنے باپ سے اور تمام انسانوں سے ۔"

یعنی اگر ایک مومن کے دل میں آں حضورؐ کی محبت اپنے تمام اعزہ و اقارب اور تمام انسانوں سے بڑھ کر جاگزیں ہوئی ہے تو وہ حقیقتاً مومن ہے - اس حدیث

میں "بیٹے اور باپ" کے ذکر نے تمام عزیزوں، رشتہ داروں، قبیلوں اور قوموں کا احاطہ کر لیا ہے۔ ان الفاظ میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ ایسا نہیں کہ بات واضح نہ ہو بلکہ صاف صاف اور دو ٹوک انداز سے ارشاد ہوا کہ حقیقی ایمان کا لازمی تقاضا ہے کہ حضورؐ ایک بندۂ مومن کو دنیا کی تمام چیزوں سے محبوب تر ہو جائیں۔

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

تعظیم ظاہری بھی مطلوب ہے اور قلبی بھی اسی طرح محبت کا زبانی بھی اظہار ہو اور دل میں بھی جاگزیں ہو اور اس کا سب سے بڑا مظہر ہے حضورؐ پر درود بھیجنا۔ جس کے بارے میں یہ بھی فرمایا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی دعا کل کی کل صرف حضورؐ پر درود بھیجنے پر مشتمل کر دے تو اُس کا مقام اور مرتبہ کہیں زیادہ ہوگا اس سے کہ وہ خود اللہ سے اپنے لئے کوئی سوالات کرتا رہے۔

تیسرا تعلق حضورؐ کے ساتھ ہمارا حضورؐ کی نصرت و حمایت ہے جو لازمی نتیجہ ہے ان پہلی دونوں بنیادوں کا۔ وہ ہے آں حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپؐ کا اتباع ـــــ ظاہر بات ہے جب آپکو اللہ کا رسول مانا تو اب آپؐ کے حکم سے سرتابی چہ معنی دارد آپکا ہر حکم سر آنکھوں پر ہوگا۔ اس میں تو البتہ انسان تحقیق کا حق رکھتا ہے کہ واقعتاً محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے یا نہیں۔ لیکن جب طے ہو جائے کہ یہ آپ کا فرمان ہے یہ آپ کا حکم ہے تو اب چون و چرا کا کوئی سوال نہیں اب تو اطاعت کرنی ہوگی۔ اور اطاعت بھی کیسی! وہ اطاعت جس کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ
بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ
وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ط (سورۃ النسآء)

"پس نہیں تیرے ربّ کی قسم! یہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں جب تک اپنے نزاعات میں آپ ہی کو حکم نہ مانیں اور جو کچھ آپ فیصلہ فرمائیں

اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ آپؐ کے فیصلے
کے آگے دل کی پوری آمادگی اور خوشی کے ساتھ سرِ تسلیم خم نہ کردیں"۔
یہی بات آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی :

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ ۔ "تم سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشِ نفس اس ہدایت تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں"

جب اطاعت کے ساتھ محبت کی شیرینی شامل ہو جائے تو اس طرزِ عمل کا نام ہے "اتباع"۔ اس کا دائرہ بہت وسیع ہے ۔ ظاہر ہے کہ اطاعت تو ان احکام کی ہو گی جو حضورؐ نے دیئے ہوں ۔ لیکن اتباع ان تمام اعمال و افعال کا ہو گا جن کا صدور و ظہور ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے — چاہے اس کو کرنے کا حکم آپ نے بالفعل نہ دیا ہو ۔ اس اتباع کا قرآن مجید میں جو مقام ہے وہ بھی سن لیجئے ۔ سورہ آلِ عمران (آیت ۳۱) میں فرمایا :

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ

"اے نبیؐ! ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو ، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں کو ڈھانپ لے گا ۔"

اس آیت کریمہ سے اتباع رسول کی یہ اہمیت سامنے آتی ہے کہ اللہ سے محبت کا دعویٰ ہے تو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع لازم و لابد ہے ۔ اسی اتباع کا ایک نتیجہ تو یہ نکلے گا کہ اللہ ہم سے محبت فرمائے گا اور دوسرا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہم اس کی مغفرت و عفو کے مستحق قرار پائیں گے ۔ اس سے زیادہ ایک بندۂ مومن کی خوش بختی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اللہ کا محبوب اور اس کی مغفرت کا سزاوار بن جائے ۔

چوتھا اور آخری ۔ اور یوں کہیئے کہ یہ عروج ہے حضورؐ کے ساتھ ہمارے تعلق کا ۔ وہ ہے تائید و نصرت — حضورؐ ایک مشن لیکر تشریف لائے تھے ۔ حضورؐ کا مقصدِ بعثت

عالمی سطح پر ہنوز شرمندۂ تکمیل ہے ۔ ؎

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

صحابہ کرامؓ نے دورانِ خلافتِ راشدہ اس عمل کو جہاں تک پہنچایا تھا ہم اپنی بے عملیوں کے طفیل وُہ اثرات بھی ختم کر چکے ہیں ۔ اب تو از سرِ نو پیغامِ محمدی کی نشر و اشاعت کرنی ہے ۔ پیغامِ محمدیؐ کو پہنچانا ہے تمام اقوام و مِللِ عالم تک ۔ اور از سرنو اللہ کے دین کو فی الواقع قائم اور نافذ اور غالب کرنا ہے ۔ پورے کرۂ ارضی پر اور اسکے لئے پہلے جہاں بھی اللہ توفیق دے جس خطۂ ارضی کی قسمت جاگے کہ وہ سب سے پہلا BASE قرار پائے اس عہدِ حاضر میں انقلابِ محمدیؐ کا تو اس ملک کی خوش بختی اور خوش نصیبی پر تو واقعتاً رشک کیا جانا چاہیئے ۔

یہ ہے وہ فریضۂ منصبی جو اُمت کے حوالے کیا گیا ہے ۔ آں حضورؐ کا مشن زندہ و تابندہ ہے ۔ حضورؐ گویا کہ اب بھی پکار رہے ہیں ۔

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ

"کون ہے میرا مددگار اللہ کی راہ میں "

یعنی کون ہے جو میرے پیغام کی نشر و اشاعت کا کام کرے ۔ میرے دین کا علمبردار بن کر کھڑا ہو ۔ اور پورے کرۂ ارضی پر اس کا جھنڈا سربلند کرنے کے لئے تن من دھن لگانے کے لئے آمادہ ہو جائے ۔

اسی کے ضمن میں آخری بات آتی ہے اُس آیۂ مبارکہ میں کہ اس عمل کا ذریعہ کیا ہے ؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انقلاب برپا کیا تو آلۂ انقلاب تھا قرآنِ حکیم ۔ ؎

اُتر کر حِرا سے سُوئے قوم آیا
اور اِک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ

" وہی اللہ ہے جس نے اُمیّوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا

جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے - ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو
کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے -" (الجمعہ ۲)

پس معلوم ہوا کہ آپؐ کی دعوت کا مرکز و محور قرآن حکیم تھا - آپؐ نے لوگوں کی ذہنیتیں بدلیں تو اسی قرآنِ حکیم سے - لوگوں کی سوچ میں انقلاب برپا کیا تو اسی قرآن حکیم سے - ذہن کی تطہیر فرمائی تو اسی قرآن کی آیاتِ بینات سے — تزکیۂ نفس فرمایا تو اسی قرآن کی آیاتِ بینات اُس کا ذریعہ بنیں - خارج و باطن سب منوّر ہوئے تو اسی قرآنِ حکیم کے نور سے -

وُہ کتاب موجود ہے اور اسی کے اتباع کا ان الفاظ مبارکہ میں ذکر ہوا:

وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗ -

اور اس نور کا اتباع کیا جو ان (نبی) کے ساتھ اتارا گیا ہے -

وُہ نُور جو آپؐ کے ساتھ نازل کیا گیا (صلی اللہ علیہ وسلم)- وہ نور حضور حوالے کر کے گئے - وہ اُمت کے پاس محفوظ ہے - اس کے ساتھ اپنے تعلق کو درست کرنا ہی آں حضورؐ کے ساتھ ہمارے صحیح تعلق کی آخری اور اہم ترین بنیاد ہے - یہ وراثتِ محمدیؐ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)- اُس کو مضبوطی سے تھامنے کا ہم کو حکم ہے اور اسی کو حبل اللہ قرار دیا گیا ہے -

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ص

یہی کتاب اللہ اُمّت کے اندر از سرِ نو اتحاد اور یک جہتی پیدا کرے گی -

اسی سے وحدتِ فکر پیدا ہو گی - اسی سے وحدتِ عمل پیدا ہو گا - اس سے ہماری جدوجہد یک جہتی کے ساتھ اپنے اصل ہدف کی طرف آگے بڑھے گی — اس کتاب کے حقوق کو پہچاننا بھی ہمارے ایمان اور وقت کی ایک عظیم ضرورت ہے - جیسے نبی اکرمؐ کے ساتھ اپنے تعلق کی بنیادوں کو پہچاننا ہمارے حقیقی و قلبی ایمان کے لئے ضروری و لابدی ہے - یہی درحقیقت میلاد النبیؐ کا اصل پیغام ہے - یہی اصل لمحۂ فکریہ ہے - اس کو از سرِ نو سمجھیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آں حضورؐ کی لائی ہوئی کتاب مبارک کے ساتھ اپنی نسبت کو پوری درستگی کے ساتھ بہ تمام و کمال از سرِ نو اُستوار کریں - اس کتاب کو مانیں جیسا کہ اس کے ماننے کا حق ہے،

ماہنامہ **حکمت قرآن** لاہور

کا اگست ۱۹۸۲ء کا شمارہ

دعوت رجوع الی القرآن

کا منظر و پس منظر

کے موضوع پر

ڈاکٹر اسرار احمد

کے چار مضامین پر مشتمل ہے

اور اپنے موضوع پر

ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے

دفتر میں محدود تعداد میں موجود ہے

قیمت فی پرچہ -/۴ روپے (محصول ڈاک علاوہ)

ملنے کا پتہ: مطبوعات

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

۳۶ - کے، ماڈل ٹاؤن - لاہور

AFC-7/80

مُلکی صنعت قوم کی خدمت ہے
اور
قومی خدمت ایک عبادت ہے

سروس انڈسٹریز

اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے سال ہا سال سے
اِس خدمت میں مصروف ہے

Servis

قدم قدم حسین قدم قدم آرام

ڈاکٹر عبدالسمیع
رفیق (فیلو) قرآن اکیڈمی

حقیقتِ ایمان

'ایمان' اسلام کی بنیادی اصطلاحات میں سے بھی ہے اور نجات کی شرط لازم بھی۔ اس لئے اسکی اصل حقیقت کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ لہذا مختصراً مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت اس پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

ا - ایمان کے لغوی معنی
ب - ایمان کی ماہیت اور ایمان کے اصطلاحی معنی
ج - ایمان اور عمل کا تعلق
د - قانونی اور حقیقی ایمان کا فرق
ر - ایمان اور اسلام کا فرق
س - ایمان اور جہاد کا تعلق
ص - ایمان کا حاصل

ا - ایمان کے لغوی معنی

عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ اس کا ہر لفظ کسی خاص تین، چار یا پانچ حرفی مادے سے بنتا ہے۔ ایمان کا لفظ "امن" سے نکلا ہے اور ایمان کے لغوی معنی ہیں "امن دینا"۔ مگر محاورۃً جب یہ لفظ "ب" اور "ل" کے اضافوں کے ساتھ آتا ہے تو تصدیق کرنے اور یقین رکھنے کے معنی دیتا ہے۔

ب - ایمان کی ماہیت اور ایمان کے اصطلاحی معنی -

انسانی ذہن جب اپنی پختگی کو پہنچتا ہے تو اس میں کچھ بنیادی سوالات ابھرنا شروع ہوتے ہیں۔ مثلاً "یہ کائنات کیا ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ سارے انسان کدھر سے آگر

کدھر جارہے ہیں" کیونکہ نہ ہمیں اس زندگی سے قبل کی کوئی خبر ہے اور نہ موت کے بعد کوئی واپس آکر یہ بتا سکا ہے کہ اس کے مابعد کیا ہے یا پھر یہ کہ "موت انسان کا خاتمہ کر دیتی ہے یا اس کے بعد بھی کوئی زندگی ہے یہ وہ اہم سوالات ہیں جو تمام فلسفیوں کے مابین مشترک ہیں۔ اور انہیں سوالات کا جواب سائنس کی روشنی میں بھی حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور کی جارہی ہے مگر کوئی ایک بھی حتمی فیصلہ نہیں کر سکا۔ آج ایک نظریہ آیا کل اُس کی تردید ہو گئی۔ اور اس طرح یہ سلسلہ جاری ہے مگر انسانی تاریخ میں وقتاً فوقتاً ایسے لوگ آتے رہے ہیں۔ جن کا اخلاق اور کردار مسلم تھا۔ وہ ایسے لوگ تھے کہ لوگوں کا دل یہ گواہی دیتا تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتے اور کسی کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ ان لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ ان کے پاس ایک ایسا ذریعہ علم ہے جو عام لوگوں کے پاس نہیں ہے یعنی "وحی الہٰی" انہوں نے بتایا کہ یہ کائنات ایک عظیم ہستی کی سنجیدہ تخلیق ہے۔ اس کو پیدا کرنے والا تمام صفات کمال سے بتمام وکمال متصف ہے۔ نیز یہ کہ یہ زندگی کُل زندگی نہیں ہے بلکہ اس کے بعد ایک زندگی آنے والی ہے جس میں اس زندگی کے دوران عطا کی گئی تمام نعمتوں کا حساب لیا جائے گا۔ جو اس محاسبے میں کامیاب ہوا انعام پائے گا اور جو ناکام ہوا اسے سزا ملے گی ——— ایسے لوگ "نبی" کہلائے اور جن لوگوں نے ان کی تصدیق کی "ایمان والے" یا "مومن" کہلائے۔

ج۔ ایمان اور عمل کا تعلق

ہمیں معلوم ہے کہ آگ جلاتی ہے اس لئے ہم کبھی آگ میں انگلی نہیں ڈالتے، یہ اس لئے ہے کہ دل میں اسکے جلا دینے کا یقین ہے جو ہمارے عمل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یقین تو درکنار انسان کا عمل تو گمان سے بھی متاثر ہوتا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ سب سانپ زہریلے نہیں ہوتے پھر بھی ہم نادانستہ طور پر سانپ سے خوف کھاتے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص کو یقین ہو کہ ہر وقت اس کو ایک علیم قدیر ہستی دیکھ رہی ہے پھر یہ بھی یقین ہو کہ اُسے اس ہستی کے سامنے ایک روز محاسبے کے لئے پیش ہونا ہے اور وہ محاسبہ بھی ایسا کہ جس کے متعلق علم ہو کہ وہاں نہ کوئی غلط سفارش ہوگی اور نہ رشوت تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ شخص کسی گناہ کا

ارتکاب کرے۔ یہی وہ بات ہے جو حضورؐ نے فرمائی کہ "کوئی زنا کرنے والا حالت ایمان میں زنا نہیں کرتا اور کوئی چوری کرنے والا حالت ایمان میں چوری نہیں کرتا اور کوئی شرابی حالت ایمان میں شراب نہیں پیتا" بلکہ ایک مثال کے ذریعہ مزید وضاحت فرمائی کہ انسان گناہ کرتا ہے تو اس کا ایمان اس کے دل سے نکل کر پرندے کی مانند اس کے سر پہ منڈلاتا ہے اگر انسان توبہ کرلے تو واپس آجاتا ہے اور اگر اس گناہ پر قائم رہے تو اڑ جاتا ہے۔ اور شاذ ہی آپؐ نے ایسا خطبہ ارشاد فرمایا ہوگا جس میں یہ بات نہ کہی ہو "جس میں عہد کی پاسداری نہیں اس کا کوئی دین نہیں اور جس میں امانت داری نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں۔"

د۔ قانونی اور حقیقی ایمان کا فرق

ایمان ایک قلبی کیفیت ہے اس کو ناپنے کے لئے ہمارے پاس دنیا میں کوئی آلہ نہیں لہٰذا دنیا میں معاملہ صرف زبانی اقرار پہ ہے کہ جو شخص اللہ، یوم آخرت، رسالت، ختم نبوتؐ، تقدیر اور دین کی دوسری ضروریات کا اقرار کرے وہ مسلمان سمجھا جائے گا خواہ اس کا عمل جو بھی ہو اس لئے ماہر قانون دان اور سید الفقہا حضرت امام ابو حنیفہؒ ایمان کی تعریف یوں فرماتے ہیں "ایمان نام ہے قول کا کہ جس میں (عمل کی وجہ سے) کوئی کمی یا زیادتی نہیں ہوتی۔"

دوسری طرف ہے وہ حقیقی ایمان جو جس قدر دل میں جاگزیں ہو اس قدر انسان کا عمل متاثر ہوتا ہے ہم سب محسوس کرسکتے ہیں کہ نیک کام کرنے سے انسان کے ایمان و یقین کو تقویت پہنچتی ہے۔ اور برائی کے ارتکاب سے یقین کمزور پڑ جاتا ہے حتیٰ کہ برائیوں پر مصر رہنے سے اللہ اور قیامت پر یقین دل سے جاتا رہتا ہے اس لئے امام المحدثین حضرت امام بخاریؒ نے ایمان کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے۔ "ایمان قول اور عمل کا مجموعہ ہے یہ (عمل سے) بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی" یاد رہے کہ قیامت کے دن کام آنے والا یہی ایمان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے اس کو ناپنا مشکل نہیں وہ تو دلوں کے بھید کا جاننے والا ہے۔

حقیقی اور قانونی ایمان کے اس فرق کو ایک مثال سے سمجھئے۔ بفرض محال اگر سید المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ اور سید المنافقین عبداللہ ابن ابی ایک ہی باپ کے

بیٹے ہوتے تو دونوں کلمہ گو ہونے کی حیثیت سے باپ کی وراثت میں برابر حصّہ پاتے -

ر - ایمان اور اسلام کا فرق

دلی اطمینان اور یقین قلب کے ساتھ کی گئی فرماں برداری اور بھیڑ چال میں کی گئی اطاعت میں زمین و آسمان کا فرق ہے اسی لئے سورۃ الحجرات میں ارشاد ربانی ہوا (آیت ۱۴) "یہ بدو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے آپ ان سے کہئے کہ تم ایمان ہرگز نہیں لائے بلکہ یوں کہو ہم مسلمان ہو گئے ہیں (یعنی ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت قبول کر لی ہے) اور ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا - پھر بھی اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے رہو تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ ضائع نہ کرے گا - بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے" ایمان تو ایک باطنی کیفیت ہے جبکہ اسلام ایک معاشرتی حیثیت (Social Status) ہے جو تقاضا کرتی ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کی کامل اطاعت کا اور اطاعت و تسلیم کی یہ عمارت قائم ہوتی ہے ان پانچ ستونوں پر جو اسلام کے ارکان خمسہ کہلاتے ہیں - جوں جوں انسان خلوص اور اخلاص کے ساتھ اس اطاعت پر کاربند ہوتا ہے رفتہ رفتہ اس کو ایمان کی دولت بھی نصیب ہوتی چلی جاتی ہے -

س - ایمان اور جہاد کا تعلق

جس طرح اسلام تقاضا کرتا ہے پوری زندگی میں اللہ اور اسکے رسولؐ کی اطاعت کا - اسی طرح ایمان کا لازمی تقاضا کائنات کے مالک حقیقی کے احکام اور اس کی مرضی کو اس کی زمین پر جاری کرنے کے لئے کوشش کرنا ہے اور اسی کوشش کا نام جہاد فی سبیل اللہ ہے - لہٰذا سورۃ الحجرات ہی میں فرمایا گیا "(حقیقی) مومن تو صرف وہ ہیں جو ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولؐ پر اور پھر وہ کسی شک میں مبتلا نہیں ہوئے اور انہوں نے راہ خدا میں جدوجہد کی اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ وہی درحقیقت سچے ہیں (اپنے دعوی ایمان میں)"

ص - ایمان کا حاصل

ایک ایسے شخص کی قلبی کیفیت کا تصوّر کیجئے جس کو یقین ہو جائے کہ اس کا پالنے والا وہ مالک و مختار ارض و سماء ہے کہ جس کے حکم کے بغیر اس کائنات کا پتہ تک نہیں ہل سکتا اور

جس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اور وہ کمال کا علم رکھنے والا ہے۔ تو کیا ایسے شخص کے دل میں کبھی رنج و ملال اور بے چینی کی کیفیت پیدا ہو سکتی ہے؟ اسی لئے سورۂ انعام میں فرمایا۔" وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں شرک کی تاریکی کو شامل نہ کیا انہیں کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔" اور سورۃ یونس میں واضح فرمایا۔" جان لو۔ اللہ کے دوست تو وہ ہیں کہ ان کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہی ہیں۔" وَمَا علینا اِلَّا البلاغ

نوٹ: مندرجہ بالا مضمون اُستاذ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی ایک طویل تقریر کا حاصل ہے جسے میں نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

سورۃ الاسراء۔ الآیۃ ۸۲

عطیہ: حاجی محمد سلیم

حاجی شیخ نور الدین اینڈ سنز لمیٹڈ (Exporters)

نمبر ۳۰۱، لنڈا بازار، لاہور۔ ۳۰۶۴۶۸ / ۳۰۵۴۶۹

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ساتھ
امریکہ و کناڈا میں ایک "چلّہ"

از : قاضی عبدالقادر (رفیق تنظیم اسلامی)

(دوسری قسط)

لاس انجیلز لاس انجیلز کے ائیرپورٹ پر ڈاکٹر عبدالمجید صاحب اور بختیار صاحب ہمارے استقبال کو موجود تھے۔ ائیرپورٹ کی عمارت کی توسیع کا کام زوروں پر ہو رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ اگلے سال اولمپک گیمز یہاں پر منعقد ہوں گے۔ اس لئے عمارت کی توسیع تیزی سے جاری ہے۔ یہاں پر موسم خاصا گرم تھا۔ عریانی کا یہ عالم کہ گرمی کی وجہ سے امریکن خواتین عموماً چڈھی پہنے پھر رہی تھیں۔ جسم کا اکثر حصہ عریاں۔ جدھر دیکھو ادھر یہی حال۔ آدمی آنکھیں نیچی کر کر کے تھک جائے۔ یہاں کے لوگوں کے لئے تو یہ ایک معمول تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ یہ لوگ اس کے عادی ہو چکے ہیں ـــــ مگر ہمارے لئے یہاں چلنا پھرنا محال تھا ـــــ ائیرپورٹ سے ہم ڈاکٹر عبدالمجید صاحب کے گھر گئے جو یہاں کی ایک خوبصورت نواحی بستی کووینا (COVINA) میں رہتے ہیں۔ یہ بستی بھی شہر سے چالیس میل دُور سے کم نہیں ہے۔ ڈاکٹر عبدالمجید صاحب یہاں کی اسلامک سوسائٹی (اورنج کاؤنٹی) کے صدر ہیں۔ ڈینٹل سرجن ہیں اور کووینا ہی میں پرائیویٹ پریکٹس کرتے ہیں۔ بختیار صاحب ائیرپورٹ سے اپنے گھر چلے گئے۔ بختیار صاحب سے ڈاکٹر صاحب کی عزیزداری ہوتی ہے۔ انجینئر ہیں اور سروس کی تلاش میں ہیں۔ معلوم ہوا کہ امریکہ میں بے روزگاری دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ رات کو کھانے پر بختیار صاحب کے علاوہ ڈاکٹر مزمّل اور ڈاکٹر مدثر مع اہل و عیال کے تشریف لائے۔ دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ نیک، شریف اور دیندار۔ ڈاکٹر مزمّل نے اسلامک سٹڈیز میں ڈاکٹریٹ کیا ہے پہلے نیویارک میں ہوتے تھے۔ اب یہاں کی اسلامک سوسائٹی کے ڈائریکٹر ہیں۔ ڈاکٹر مدثر نے قانون میں ڈاکٹریٹ کیا ہے۔ برصغیر کے نامور عالم دین اور عربی کے استاذ مولانا

محمد ناظم ندوی صاحب کے داماد ہیں۔ دونوں بھائیوں کی دیر تک مختلف موضوعات پر ڈاکٹر صاحب سے گفتگو ہوتی رہی۔ دونوں بھائیوں کا مزاج مختلف پایا۔ ڈاکٹر مزمل کا مزاج اس میدانی دریا کی مانند ہے جس کا پاٹ چوڑا ہو اور آہستگی سے بہہ رہا ہو جبکہ ڈاکٹر مدثر اس پہاڑی دریا کی مانند ہیں جس کا پاٹ کم ہو لیکن روانی میں بڑی گھن گرج ہو۔

میں نے اپنے میزبان ڈاکٹر عبدالمجید صاحب سے کل پوچھا تھا کہ کیا یہاں کے اخبارات میں کبھی پاکستان کی خبریں بھی آتی ہیں۔ کہنے لگے کبھی کبھار۔ اب دوسرے ہی دن یعنی اتوار ۵ ستمبر کا لاس اینجلیز ٹائمز (جو یہاں کا سب سے بڑا اخبار ہے) جب آیا تو صفحہ اوّل پر پاکستان کے بارے میں نمایاں خبر موجود تھی۔ اور وہ بھی پاکستان میں خواتین کی ہلچل کے مسئلہ پر جس میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا ذکر خصوصی طور پر آیا تھا۔ اس کا عنوان تھا:

(PAKISTAN WOMEN OPPOSE ISLAMIC FUNDAMENTALISTS)

یہ اس کے سٹاف رپورٹر TYLER MARSHALL نے کراچی سے بھیجی تھی۔ معلوم ہوا کہ اخبار کا یہ نمائندہ دہلی میں رہتا ہے اور انڈیا، پاکستان اور افغانستان کو COVER کرتا ہے۔ نیوز اسٹوری کافی بڑی تھی۔ پہلے صفحہ کے علاوہ صفحہ ۱۷ تک پھیلی ہوئی تھی۔ عنوان سے جیسا ظاہر ہے اس میں خواتین کے مسئلے کی یک طرفہ رپورٹ دی گئی تھی۔ اس میں بتایا گیا تھا جیسے کہ پاکستان کی خواتین تو پردہ سے آزادی اور مغربی تہذیب کی جانب شدید جھکاؤ رکھتی ہیں۔ یہ تو صرف چند سرپھرے مُلّا ہیں جو شور شرابا کر رہے ہیں۔ ٹیلیویژن سٹیشن پر گورنر صاحب کی اہلیہ کی قیادت میں جو مظاہرہ ہوا اس کو بھی نمک مرچ لگا کر بیان کیا گیا۔ گمنام خواتین تنظیموں کی "رہنماؤں" کے بیانات کو نمایاں کیا گیا۔ لیکن دوسری طرف پردہ دار خواتین نے ٹیلیویژن اسٹیشن، گورنر ہاؤس وغیرہ پر اور ملک کے مختلف مقامات پر جو مظاہرے کئے اور چند مغرب زدہ خواتین کے مظاہرہ کا پاکستان کی عام پردہ دار غیور خواتین کی جانب سے جو شدید ردِ عمل ہوا اس کو بالکل پی لیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فوراً لاس اینجلیز ٹائمز کے ایڈیٹر کو خط لکھ کر اس ONE-SIDED STORY کی جانب توجہ دلائی اور مختصر طور پر تصویر کا دوسرا رُخ بھی پیش کیا۔ معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کا خط اس اخبار میں شائع نہیں ہوا — یہ ہے دنیا کی سب سے بڑی "جمہوریت" کے ذرائع ابلاغ کا حال — اپنے مطلب کی چیز ہو تو سوئی کا بھالا بنا کر دکھائیں گے اور حقائق اگر سامنے لائے جائیں تو نہیں

شائع کرنے کو تیار نہیں ہے!!

لاس انجیلز کے مضافات میں ایک بستی ORANG COUNTY ہے۔ یہاں اسلامک سوسائٹی ہے۔ ایک چرچ خریدا گیا ہے ـــــ جی ہاں! خریدا گیا ہے۔ یہاں چرچ بھی فروخت ہوتے ہیں ـــــ چرچ یعنی اللہ کا گھر ـــــ کیا ہم کسی مسجد کو فروخت کرنے کا تصور کر سکتے ہیں!! ـــــ ہاں تو مسلمانوں نے چرچ خرید کر اسے مسجد میں تبدیل کیا ہے۔ ساتھ ہی سوسائٹی کے دفاتر، لیکچر ہال اور لیکچر کے کمرے وغیرہ ہیں۔ ڈاکٹر مزمل صاحب جن کا ذکر اوپر آچکا ہے اسی سوسائٹی کے ڈائریکٹر ہیں۔ اور ہمارے ڈاکٹر عبدالمجید صاحب اس کے صدر۔ اس سوسائٹی کی جانب ہی سے ڈاکٹر صاحب کو لاس اینجلز کے دورہ کی دعوت دی گئی تھی۔

بعد نماز ظہر اسلامک سوسائٹی کی مسجد میں ڈاکٹر صاحب کی پہلی تقریر ہوئی جو انگریزی میں تھی۔ موضوع تھا "ہمارے دینی فرائض" اتوار کی چھٹی کی وجہ سے حاضری اچھی خاصی تھی۔ بہت سے لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ ریٹائرڈ جنرل شیر علی خان اور پاکستان کے وزیر خارجہ صاحبزادہ یعقوب علی خان کے عزیز صاحبزادہ مظفر الدین مرزا بھی درس میں شریک تھے۔ ان سے بھی ملاقات ہوئی۔

واپسی میں ہم سمندر کا ساحل دیکھتے ہوئے آئے۔ سامنے بحرالکاہل ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اتوار کی وجہ سے خلقت اُمڈی ہوئی تھی۔ عریانی بے پناہ تھی۔ غلط دن کے انتخاب کی غلطی کا احساس ہوا۔ اس لئے فوراً ہی واپس ہو گئے۔

۱۶ ستمبر (پیر) کو دن میں مختلف لوگ ملاقاتوں کے لئے آتے رہے۔ بعد مغرب شہر کی ایک اور نواحی بستی انگل ووڈ (INGLEWOOD) کی مسجد میں ڈاکٹر صاحب نے تقریر کی۔ یہ تقریر اردو میں تھی عنوان تھا "تبلیغ کس طرح ہونی چاہیئے!" معلوم ہوا کہ اس مسجد پر تبلیغی جماعت کے حضرات کے اثرات ہیں۔ اس وجہ سے خواتین کے لئے علیحدہ کمرہ میں پردہ کے ساتھ انتظام تھا۔ یہاں پر جمعیت طلباء کے ہمارے ایک پرانے ساتھی ابوبکر روکڑیا مل گئے۔ ابوبکر عمر وکیل صاحب سعید الدین حورانی صاحب اور دیگر حضرات سے ملاقات ہوئی ـــــ اسلامک سوسائٹی اورنج کاؤنٹی اور یہاں کے اجتماعات میں ہم کسی نمایاں جگہ پر ڈاکٹر صاحب کی اردو اور انگریزی کتب سجا کر لگا دیتے

تھے جو صرف دیکھنے کے لئے ہوتی تھیں فروخت کے لئے نہیں ۔ ماہنامہ "میثاق" اور "حکمت قرآن" بھی display کئے جاتے تھے ۔ ہاتھ سے ایک ہینڈبل کی عبارت تحریر کرکے اور سینکڑوں کی تعداد میں اس کی فوٹو سٹیٹ کاپیاں نکال کر حاضرین میں تقسیم کر دی جاتی تھیں جس میں کتب کی فہرست بھی ہوتی تھی اور تحریر ہوتا تھا کہ آپ ڈاکٹر صاحب کی کتب کیسٹ اور رسالے انجمن خُدام القرآن شکاگو سے منگا سکتے ہیں۔ شکاگو کا پتہ اور ٹیلیفون نمبر نیز کتب کی قیمتیں اور رسالوں کا سالانہ زرِ تعاون اس میں درج ہوتا تھا۔

آج صبح شہر کے مرکزی علاقہ میں اسلامک سنٹر دیکھنے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے سربراہ مصباح صاحب سے ملاقات کی ۔ مصباح صاحب کا تعلق مصر سے ہے اور معلوم ہوا کہ اخوان سے وابستہ رہے ہیں ـــــ بہت خلیق انسان ہیں۔ بہت شفقت و محبت سے پیش آئے ۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتابوں کا ایک سیٹ ان کی خدمت میں پیش کیا

بعد نماز مغرب اورنج کاؤنٹی کے اسلامک سنٹر میں ڈاکٹر صاحب نے سورۃ حجرات کا درسِ قرآن حکیم بزبان انگریزی دیا۔ اس کا نصف اوّل آج ختم ہوا۔ کئی حضرات اکو ٹیپ کر رہے تھے ۔ دو صاحبان علیحدہ علیحدہ وی۔ سی ۔آر کے ذریعہ اس کی فلم بندی کر رہے تھے ۔ دورانِ قیام روزانہ یہ فلم بندی ہوتی رہی۔

بدھ ۸ ستمبر کو ڈاکٹر صاحب تو گھر پر ایک مضمون کی تیاری میں لگے رہے اور ہم لوگ ڈزنی لینڈ دیکھنے چلے گئے۔ شام کو ڈاکٹر مزمل صاحب نے اپنے گھر پر ہمیں ڈنر پر بلایا تھا اور مغرب کے بعد اورنج کاؤنٹی کے اسلامک سنٹر میں ڈاکٹر صاحب نے سورۃ الحجرات کے نصف دوم کا درس بزبان انگریزی مکمل کیا ۔

۹ ستمبر بروز جمعرات کو خواجہ نصیر الدین صاحب ہماری قیام گاہ پر ملاقات کے لئے تشریف لائے ۔ یہ بزرگ دین کے لئے اپنے دل میں بہت درد رکھتے ہیں ـــــ دین کے بہتر سے بہتر ابلاغ کے لئے کیا ذرائع اختیار کئے جائیں اس پر اور چند دوسرے مسائل پر دیر تک ڈاکٹر صاحب سے گفتگو کرتے رہے۔ شام کو امیر الدین صاحب کے گھر پر ڈنر تھا۔ اور بعد نماز مغرب اورنج کاؤنٹی کے اسلامک سنٹر میں ڈاکٹر صاحب نے سورۃ حج کے آخری رکوع (آخری دو آیات کے علاوہ) کا بزبان اردو درس دیا جس میں حاضرین

کی تعداد پہلے سے زیادہ تھی۔ معلوم ہوا کہ درس اگر اردو میں ہو تو لوگ زیادہ شرکت کرتے ہیں۔ اسلامک سنٹر کو ہم نے ڈاکٹر صاحب کی اردو اور انگریزی کتب کا مکمل سیٹ ہدیہ کیا۔

جمعہ (۱۰ ستمبر) کے روز صبح بختیار صاحب کے گھر برنچ (BRUNCH) تھا آپ سمجھے برنچ کیا ہوتا ہے ــــــ دراصل یہاں پر ناشتہ (BREAKFAST) اور لنچ (LUNCH) ملا کر اگر کیا جائے تو وہ (BRUNCH) کہلاتا ہے ــــــ آج جمعہ تھا اس لئے بختیار صاحب کے ہاں سے ہم لوگ اورنج کاؤنٹی کے اسلامک سنٹر گئے۔ جہاں ڈاکٹر صاحب نے نمازِ جمعہ پڑھائی، خطبۂ جمعہ انگریزی میں ارشاد فرمایا، پورا ہال بھرا ہوا تھا۔ خطبۂ جمعہ نصف گھنٹہ کا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ جمعہ کو یہاں ورکنگ ڈے (WORKING DAY) ہوتا ہے اور لوگ دفتر سے ایک گھنٹہ کی رخصت لیکر بھاگم بھاگ آتے ہیں اور واپس جانے کی جلدی ہوتی ہے۔

نمازِ جمعہ کے بعد ڈاکٹر فضل مرزا صاحب ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے ان کے ہاں کچھ دیر آرام کیا۔ بعد نمازِ عصر ڈنر سے فارغ ہو کر مغرب سے قبل پھر واپس اسلامک سنٹر آ گئے۔ جہاں پہ ڈاکٹر صاحب نے سورۃ حج کی بقیہ دو آیات کا درس دیا۔ آج کے سیشن میں اب تک کے تمام اجلاسوں سے حاضری زیادہ تھی۔ اس کی وجہ ایک تو جمعہ کا دن تھا (یعنی کل سے دو روز کی چھٹی تھی اور فراغت تھی) اور دوسرے درس اردو میں تھا۔ کراچی کے ہمارے دوست لطف اللہ خان صاحب بھی اپنے بیٹے سے ملاقات کرنے آج کل لاس انجیلز آئے ہوئے تھے۔ انہیں بھی ڈاکٹر صاحب کی یہاں پہ آمد کا علم ہو گیا تھا۔ چنانچہ کئی روز سے پابندی کے ساتھ موصوف بھی شرکت کر رہے تھے۔

اور آج ۱۱ ستمبر بروز سنیچر ہم لاس اینجلز کو الوداع کہہ رہے ہیں۔ اب ہمیں ہوسٹن کے لئے رختِ سفر باندھنا ہے۔ امریکہ کے شہروں میں ہمیں لاس انجیلز سب سے زیادہ پسند آیا۔ وہاں کے احباب کے کہنے کے مطابق کراچی سے اس کی آبادی نصف ہوگی۔ لیکن رقبہ کے اعتبار سے کراچی سے دس گنا بڑا ہے ــــــ اور پھر یہ کہ کراچی سے بہت مشابہ ہے۔ موسم کے اعتبار سے۔ مکانات کے اعتبار

سے، جغرافیہ کے اعتبار سے ـــــ موسم کراچی کی طرح، مکانات کا اسٹائل کراچی کی طرح، یہ واحد شہر ہے جہاں ہم نے بہت سے مکانات کے گرد اونچی چہار دیواری دیکھی، منگھو پیر کے پہاڑوں کی طرح یہاں بھی ایک طرف پہاڑی سلسلہ ہے۔ بعض مقامات پر تو بالکل ایسے محسوس ہوتا تھا کہ ہم لاس انجیلز میں نہیں بلکہ کراچی میں ہیں۔

ہوسٹن

ایسٹرن ایئر لائنز کے طیارہ سے ہم صبح ساڑھے آٹھ بجے لاس انجیلز سے روانہ ہوئے اور ہوسٹن کے وقت کے مطابق وہاں ڈیڑھ بجے دوپہر پہنچے۔ واضح رہے کہ ہوسٹن کا وقت لاس انجیلز سے دو گھنٹے آگے ہے اور شکاگو کے وقت کے مطابق ہے۔ پرواز میں صرف تین گھنٹے صرف ہوئے۔ لاس انجیلز امریکہ کے جنوب مغربی ساحل پر ہے جبکہ ہوسٹن جنوب مشرقی ساحل پر۔ ایئرپورٹ پر خواجہ سعید الدین صاحب اور شیخ محبوب صاحب ہمیں لینے کے لئے آئے۔ شیخ محبوب صاحب ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ دوپہر کا کھانا ہم نے ان کے ہاں کھایا، آرام کا وقت نہیں تھا۔ معلوم ہوا کہ بعد نماز عصر ڈاکٹر صاحب کا درس رکھا گیا ہے۔ چنانچہ بھاگم بھاگ اسلامک سوسائٹی آف گریٹر ہوسٹن (ISLAMIC SOCIETY OF GREATOR HOUSTON) پہنچے۔ جہاں ڈاکٹر صاحب نے سورۃ حدید کے درس کا آغاز کیا۔ درس کا یہ سلسلہ اردو میں تھا۔ آج پہلی چھ آیات کا درس مکمل کیا۔ اس سوسائٹی کے صدر ڈاکٹر محمد عطا صاحب ہیں۔ درس کے بعد موصوف ہمیں اپنے مکان پر لے گئے جو ہماری قیام گاہ ٹھہرا۔ ان کا مکان BAY TOWN میں تھا جو شہر سے خاصا دور یعنی چالیس میل سے کم نہیں تھا۔

اتوار ۱۲ ستمبر کو اسلامک سوسائٹی کے وسیع ہال میں ڈاکٹر صاحب نے دوپہر بارہ تا دو بجے یعنی دو گھنٹے سورۃ نساء کی چند آیات کا انگریزی زبان میں درس دیا۔ اور پھر ظہر کی نماز کے وقفہ کے بعد مغرب کی نماز سے کچھ قبل تک (درمیان میں عصر کی نماز کا وقت نکال کر) سورۃ حدید کا درس جاری رکھا جو اردو میں تھا۔ اتوار کی چھٹی کی وجہ سے حاضری بہت تھی۔ سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان شیخ سلطان احمد صاحب کے بھائی جناب م۔ نسیم صاحب سے یہاں ملاقات ہوئی۔ موصوف لکھنؤ (انڈیا) میں قیام پذیر تھے، حال ہی میں یہاں تشریف لائے تھے۔ سوسائٹی کے شعبۂ تدریس سے وابستہ ہیں۔ جماعت اسلامی ہند سے تعلق ہے۔ بہت خندہ پیشانی اور

محبت سے پیش آئے۔ ڈاکٹر صاحب سے تحریک اسلامی اور دیگر مسائل سے متعلق دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ رات کو یونس بھٹی صاحب اپنے گھر لے گئے جہاں پر کھانا کھایا اور رات گئے واپس اپنی قیام گاہ پر پہنچے۔

صبح حافظ اقبال صاحب قیام گاہ پر تشریف لے آئے۔ موصوف نیو ٹاؤن کراچی کے مدرسہ کے فاضل ہیں اور یہاں پر سوسائٹی کے شعبۂ تدریس سے وابستہ ہیں۔ ان کے ساتھ ہم NASA گئے۔ خلائی تجربات کا یہ دنیا کا سب سے بڑا مرکز ہے اور یہیں سے خلائی گاڑی میں انسان روانہ ہوئے تھے۔ کچھ دیر ہم وہاں پھرتے رہے۔ میرا بیک گراؤنڈ اس سلسلہ میں چونکہ سطحی سا تھا۔ اس لئے کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ دوپہر کو خواجہ سعید الدین صاحب کے ہاں آرام کیا اور بعد عصر وہیں پر ڈنر کھایا۔ عثمان خان صاحب اور وسیم اختر صاحب بھی موجود تھے۔ بعد مغرب اسلامی سوسائٹی میں ڈاکٹر صاحب نے سورۃ حدید کا درس (بزبان اردو) دیا اور اسے مکمل کیا۔

۱۴ ستمبر منگل کے دن صبح حافظ اقبال صاحب پھر قیام گاہ پر آگئے۔ کل سورۃ حدید کے درس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اعلان فرمایا تھا کہ اس سورۃ میں دین کے جو تقاضے سامنے آئے ہیں ان کو عملاً ادا کرنے کے سلسلہ میں جو حضرات مزید افہام و تفہیم کرنا چاہیں وہ اپنے دفتر سے نصف روز کی رخصت لے کر کل ظہر کے وقت یہاں آجائیں۔ حافظ اقبال صاحب کے ساتھ کار میں ہم ظہر کی نماز سے قبل سوسائٹی پہنچ گئے۔ میں نے دیکھا کہ ایک ادھیڑ عمر خاتون بڑی مستعدی سے ہال کی صفائی کر رہی ہیں۔ ابھی لوگوں کا آنا نہیں ہوا تھا۔ اس لئے صفائی کرنے کے بعد یہ خاتون ڈاکٹر صاحب کے سامنے بہت مؤدب ہو کر بیٹھ گئیں اور مختلف مسائل پر تبادلۂ خیال کرتی رہیں۔ بعد میں پتہ چلا کہ موصوفہ دراصل نیشنل ریفائنری لمیٹڈ کراچی کے سابق چیئرمین اللہ والا صاحب کی بیگم ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ والا صاحب کافی عرصہ سے ہوسٹن میں مقیم ہیں۔

ظہر کے فوراً بعد یہ خصوصی اجتماع شروع ہوا۔ پندرہ حضرات تشریف لائے تھے ڈاکٹر صاحب نے کرنے کے اصل کام پر روشنی ڈالی اور بعد میں حاضرین کے سوالات کے تشفی بخش جوابات دیئے۔ یہ نشست عصر تک جاری رہی۔ لوگ کام کرنے کے لئے آمادہ تھے۔ ان کا جذبہ قابلِ تحسین تھا۔ ڈاکٹر صاحب چاہتے تو یہاں پر اجتماعیت کا نظام قائم

فرما دیتے لیکن بعض وجوہات کی بنا پر ایسا کرنا مناسب نہیں سمجھا۔
عصر کی نماز کے بعد خواجہ محسن اختر صاحب اپنے گھر لے گئے اور پُر تکلف عصرانہ کرایا۔ محسن صاحب ایک مخلص نوجوان ہیں اور لاہور کے ہمارے ایک دوست میسر عبدالجلیل صاحب کے داماد ہیں۔ ان کے عزیز شمیم صاحب بھی یہاں موجود تھے۔ مغرب کے وقت ہم پھر اسلامک سوسائٹی آ گئے۔ اور بعد مغرب ڈاکٹر صاحب نے یہاں انگریزی میں سورۃ حجرات کی دو آیات کا درس دیا۔ انگریزی میں ماشاء اللہ ڈاکٹر صاحب اتنا اچھا درس دے لیتے ہیں کہ خود وہاں کے لوگوں کو تعجب ہوتا ہے اور تحسین کے کلمات نکلتے ہیں۔ اسلامک سوسائٹی کو ہم نے ڈاکٹر صاحب کی انگریزی اور اردو کتب کا ایک سیٹ ہدیہ کیا۔ یہیں پر ایک سندھی نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ جو ڈاکٹر صاحب کے درس سے بہت متاثر تھے۔ اور اقامت دین کے لئے کام کرنے کے لئے نہایت پرجوش تھے۔ حلقہ اسلامی کے یہاں کے سربراہ محمد خورشید صاحب اور ان کے رفقاء پابندی سے درس میں شرکت کرتے رہے۔ اور بہت متاثر ہوئے۔ ان حضرات نے یہاں پر دارالسلام کے نام سے ایک ادارہ تشکیل دیا ہوا ہے جس کے تحت ایک مسجد بھی ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے اس مسجد میں درس دینے کی درخواست بھی کی گئی لیکن چونکہ اسلامک سوسائٹی کا پروگرام پہلے سے طے تھا اور وقت کی گنجائش نہ تھی۔ اس لئے ڈاکٹر صاحب نے ان کے ہاں آئندہ درس دینے کا وعدہ فرمایا۔ ڈاکٹر عطا صاحب کے گھر پر رات کے کھانے پر ان کے دو دوست ڈاکٹر عارف اور ڈاکٹر اقتدار بھی موجود تھے جو دیر تک امریکہ اور پاکستان کے حالات اور دیگر مسائل پر تبادلۂ خیال کرتے رہے۔

<u>نیویارک</u> ۱۵ ستمبر بروز بدھ صبح پونے نو بجے کی ایسٹرن ائیر لائنز کی فلائٹ سے ہم ہوسٹن سے نیویارک کی جانب محو پرواز تھے۔ ہمارا طیارہ تین گھنٹہ کی پرواز کے بعد نیویارک کے وقت کے مطابق (جو ہوسٹن سے ایک گھنٹہ آگے ہے) پونے ایک بجے دوپہر نیویارک کے لاگارڈیا (LA — GUARDIA) ائیرپورٹ پر اترا۔ تنظیم اسلامی کے رفیق الطاف احمد صاحب استقبال کے لئے ائیرپورٹ پر موجود تھے۔ ان کے ساتھ ان کے بڑے بھائی سراج صاحب بھی تھے جو نیشنل بنک کراچی میں آفیسر ہیں اور یہاں چھٹی لے کر آئے ہوئے ہیں۔ ان کا مکان جمیکا ہلز (JAMAICA HILLS) میں ہے۔

جہاں ہمارا قیام تھا۔ شام کو ان کا ہمیں لے کر باہر نکلنے کا پروگرام تھا۔ لیکن گاڑی خراب ہو جانے کی وجہ سے ممکن نہ ہو سکا۔ اس طرح ہمیں آرام کا خاصا وقت مل گیا۔

نیویارک میں ہمارا قیام صرف دو روز کے لئے تھا۔ ۱۶ ستمبر بروز اتوار کی صبح الطاف صاحب ہمیں نیویارک کی سیر کرانے کے لئے لے گئے۔ نیویارک پلوں (BRIDGES) کا شہر ہے۔ جدھر دیکھو ادھر پل۔ نیگرو حضرات کی بستی ہارلم ہوتے ہوئے ہم مین ہٹن (MANHATTAN) میں داخل ہوئے۔ چوڑی چوڑی سڑکیں اور اونچی اونچی عمارات (SKY SCRAPPERS) کی یہ بستی واقعی قابلِ دید ہے۔ نیویارک کے سامنے لندن واقعی ایک قصبہ معلوم ہوتا ہے۔ جدھر دیکھو سر بفلک عمارات کہ اوپر دیکھتے دیکھتے ٹوپی نیچے گر جائے اور عزتِ سادات بھی چلی جائے۔ دنیا کی مشہور عمارت ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ دیکھی۔ اقوام متحدہ کا ہیڈ کوارٹر بھی دیکھا۔ یہ ساری سیر کار میں بیٹھے بیٹھے ہوتی رہی۔ مین ہٹن کے ایک ہوٹل میں ہم نے چائے پی۔ اور چائے کے ساتھ بھی بہت کچھ۔ الطاف بھائی واقعی بڑی محبت کے آدمی ہیں۔ پہلے PIA کے نیویارک کے دفتر میں اچھے عہدہ پر ملازم تھے۔ پچھلے سال چھانٹی کی زد میں آگئے۔ اب اپنا کاروبار جمانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ کار میں آتے جاتے ہم نے کہیں کہیں تبلیغی بھائیوں کی طرح لمبی داڑھی اور لمبے کوٹ والے بعض لوگوں کو دیکھا۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ یہ مسلمان نہیں یہودی ہیں۔ جہاز میں سمندر کی سیر کی۔ اور سمندر میں مجسمہ آزادی دیکھا۔ جہاز نے مع ہماری کار کے ایک جزیرہ میں اتار دیا۔ اس جزیرہ کو سمندر پر ایک بہت بڑے پل کے ذریعے نیویارک سے ملایا گیا ہے۔ چنانچہ ہم اپنی کار میں اس پل پر سے ہوتے ہوئے اپنی قیام گاہ واپس آئے۔

شام کو یہاں کے احباب نے ڈاکٹر صاحب کو فلشنگ (FLUSHING) کے مسلم سنٹر میں دعوت دی۔ ڈاکٹر صاحب نے مختصر خطاب فرمایا اور دیر تک حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے۔ سنٹر کے روحِ رواں شمشیر علی بیگ صاحب تھے۔ یہیں پر میری ڈاکٹر محمود احمد خواجہ صاحب سے بھی ملاقات ہوئی جو یہاں میڈیکل پریکٹس کرتے ہیں۔ اور ہمارے دوست خواجہ محبوب الٰہی صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں۔

ٹورنٹو (کینیڈا)

آج جمعہ کا دن اور ستمبر کی سترہ تاریخ تھی۔ پاکستان کو چھوڑے ہوئے آج ایک مہینہ ہو رہا تھا۔ وطن کی یاد اب کچھ کچھ ستانے لگی تھی

وطن پھر وطن ہے ــــ آج ہم نے نیویارک کو الوداع کہا اور صبح سات بجے ایئر کناڈا کی پرواز سے روانہ ہو کر ساڑھے آٹھ بجے یعنی ڈیڑھ گھنٹہ میں ٹورنٹو پہنچے۔ ایئرپورٹ پر بہت سے احباب موجود تھے۔ ہماری قیام گاہ ضیاءالدین احمد صاحب کا مکان تھی۔ موصوف گو کہ انجمن یا تنظیم کے رکن نہیں ہیں لیکن یہاں کی دینی و سماجی زندگی میں نمایاں مقام کے حامل ہیں۔ جب تک ہم ان کے ہاں رہے نہایت خلوص و محبت سے پیش آئے اور ہماری تمام ضروریات کا بہت خیال رکھا۔

ٹورنٹو کی جامع مسجد بوسٹیڈ ایونیو (BOUSTEAD AVENUE) میں واقع ہے مسجد کی عمارت بہت بڑی ہے۔ ہال کی چھت بہت اونچی ہے۔ یہ دراصل یہاں کا ایک چرچ تھا جسے عیسائیوں نے فروخت کر دیا اور مسلمانوں نے خرید کر اسے مسجد میں تبدیل کر لیا۔ تمام اہم اجتماعات یہیں پر ہوتے ہیں۔ ٹورنٹو میں ڈاکٹر صاحب کے پروگرام کا مرکز بھی یہی مسجد تھی۔ اس مسجد کا انتظام مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن (MSA) کے ہاتھ میں ہے۔ اسی جامع مسجد میں آج ڈاکٹر صاحب نے خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا جو انگریزی میں تھا۔ ہال حاضرین سے بھرا ہوا تھا۔ مغرب کی نماز کے بعد سورۃ الحدید کے درس کا آغاز ہوا۔ یہ درس چار روز تک اردو میں جاری رہا۔ رات کا کھانا ہم نے انجمن خدام القرآن ٹورنٹو کے خازن سیٹھ عثمان سلیمان صاحب کے ہاں کھایا۔ موصوف کا تعلق پاکستان کی مشہور داؤد فیملی سے ہے اور آپ سیٹھ احمد داؤد کے بھانجے ہیں۔ بہت ہی سادہ طبیعت کے مالک ہیں۔ انکساری طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ کھانے پر ان کے دیگر احباب بھی موجود تھے۔

انجمن خدام القرآن ٹورنٹو کے صدر ڈاکٹر نسیم اللہ خان کے ٹورنٹو سے سعودی عرب منتقل ہو جانے اور بعض دوسری وجوہات کی بناء پر انجمن کا کام کچھ تعطل کا شکار تھا۔ اس پر غور و خوض کرنے کے لئے اگلے روز یعنی ۱۸ ستمبر کی صبح نو بجے ہماری قیام گاہ پر ایک اجتماع ہوا۔ جس میں محترم ڈاکٹر صاحب اور اس خاکسار کے علاوہ انجمن کے جنرل سیکرٹری قاضی اورنگ زیب صاحب اور خازن سیٹھ عثمان سلیمان صاحب شریک تھے۔ آئندہ کے کام کے سلسلہ میں اس اجتماع میں کچھ اہم فیصلے کئے گئے۔ سنیچر کے روز چھٹی کی وجہ سے جامع مسجد میں آج ڈاکٹر صاحب کا سورۃ الحدید کا درس ظہر کی نماز کے بعد شروع ہوا جو عصر تک جاری رہا۔ بعد نماز عصر جامع مسجد ہی میں لوگ ڈاکٹر صاحب سے ملاقاتیں کرتے

رہے اور سوالات وجوابات کا سلسلہ جاری رہا۔
مغرب کے بعد ظہور بیگ صاحب نے اپنے ہاں ڈنر پر دعوت دی تھی۔ اس موقع پر موصوف کے ہاں انجمن خدام القرآن ٹورنٹو کو پوری طرح متحرک کرنے کے لئے اس کے تاسیسی ارکان (FOUNDING MEMBERS) کا ایک اجتماع بھی رکھا گیا تھا جس میں قاضی اورنگ زیب صاحب، سیٹھ عثمان سلیمان صاحب، چوہدری عبدالغفور صاحب، ڈاکٹر عبدالفتاح صاحب، ظفر حسین خان صاحب، اور ظہور بیگ صاحب نے شرکت فرمائی۔ انجمن کے مسائل پر غور و خوض کیا گیا اور کچھ فیصلے کئے گئے۔ جناب ظفر حسین صاحب کو ڈاکٹر صاحب نے ڈاکٹر نسیم اللہ خان صاحب کی جگہ انجمن کا صدر نامزد فرمایا۔ اور عام ارکان کی جانب سے سید جعفر صاحب کو مینجنگ کمیٹی کے لئے CO-OPT کیا گیا۔ تاسیسی ارکان نے فیصلہ کیا کہ ان شاء اللہ العزیز اب انجمن کو پوری طرح متحرک کیا جائیگا۔
١٩ ستمبر بروز اتوار صبح دس بجے قیام گاہ پر تنظیم اسلامی ٹورنٹو کا ایک اجتماع ہوا جس میں امیر تنظیم اسلامی ٹورنٹو ڈاکٹر عبدالفتاح صاحب کے علاوہ جناب حامد محی الدین سید جعفر صاحب، چوہدری عبدالغفور صاحب اور خلیل اللہ صاحب نے شرکت فرمائی ـــــ اجتماع میں تنظیم کے اب تک کے کام کا جائزہ لیا گیا اور آئندہ کے کام کے سلسلہ میں کچھ فیصلے کئے گئے۔
ظہر سے عصر تک جامع مسجد میں ڈاکٹر صاحب نے انگریزی میں تقریر فرمائی اور اس کے بعد حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے۔ بعد نماز عصر مغرب تک سورۃ الحدید کا درس جاری رکھا۔ جامع مسجد کے ان اجتماعات میں بہت سے لوگوں سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ انور حسن صاحب اور محمود الدین احمد صاحب سے کراچی سے واقفیت تھی۔ یہاں مل کر بہت خوشی ہوئی۔

اے ذوق کسی ہمدم دیرینہ کا ملنا! بہتر ہے ملاقات مسیحا و خضر سے

ڈاکٹر سید ظفر صاحب، سلیمان قادری صاحب اور دیگر حضرات سے مل کر بھی بہت خوشی ہوئی۔ اور ان کے اسلامی جذبہ نے متاثر کیا۔
رات کا کھانا ہماری تنظیم کے رفیق جعفر سید صاحب کے ہاں تھا جو ایک مخلص نوجوان ہیں اور مسی سوگا (MISSISAUGA) ہی میں ہماری قیام گاہ کے قریب ہی

ان کا مکان ہے ۔ موصوف نے کچھ دوسرے احباب کو اپنے ہاں جمع کیا تھا۔ کھانے کے بعد دیر تک مختلف مسائل پر تبادلۂ خیال جاری رہا ۔

۲۰ ستمبر (پیر) کی صبح ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کے لئے ڈاکٹر سلطان محمود علوی صاحب تشریف لائے ۔ موصوف جنوبی ہند کے ایک ہندو فلاسفر سے متاثر تھے ۔ ان کے ذہن میں کچھ اشکالات تھے ۔ جنہیں ڈاکٹر صاحب نے رفع فرمایا اور موصوف مطمئن ہو کر واپس گئے ۔ 'راہِ نجات' کا ایک نسخہ بھی ہدیہ کیا گیا۔

ملاقات کے لئے آنے والوں میں ڈاکٹر سلمان قادری صاحب بھی تھے ۔ موصوف ایک دردمند مسلمان ہیں ۔ اور 'اسلام کناڈا' (ISLAM CANADA) کے نام سے ایک ماہانہ رسالہ ٹورنٹو سے شائع کرتے ہیں ۔ ڈاکٹر صاحب کے پرانے مداحوں میں سے ہیں ۔ ڈاکٹر صاحب کے تمام دروسِ قرآن اور خطابات کے اجتماعات میں سابقہ سالوں میں بھی اور اس سال بھی پابندی سے شرکت کرتے رہے ہیں ۔ قادری صاحب نے بتایا کہ پچھلے سال انہیں "اسلام کے معاشی نظام" کے موضوع پر ڈاکٹر صاحب کے کچھ کیسٹ مل گئے تھے ۔ یہ دراصل وہ تقریر تھی جو ڈاکٹر صاحب نے گذشتہ سال اسلامک کمیونٹی سنٹر شکاگو میں کی تھی ۔ قادری صاحب اس تقریر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے کناڈا کے سب سے پرانے اور کثیر الاشاعت روزنامہ 'گلوب اینڈ میل' (GLOB 'N' MAIL) کو جو ٹورنٹو سے شائع ہوتا ہے ۔ ڈاکٹر صاحب کی اس تقریر کا خلاصہ ایک خط کی شکل میں ارسال کیا جو اخبار کی ۳۰ جنوری ۱۹۸۲ء کی اشاعت میں " Letters to the Editor " کالم میں " A Lesson from Islam " کے عنوان سے پورے ایک کالم کا شائع ہوا ۔ اس خط کے شائع ہونے کے چند روز بعد ہی انہیں کناڈا کے وزیر اعظم جناب ٹروڈو کے سیکرٹری کا فون آیا کہ وزیر اعظم صاحب آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں ۔ ۱۲ فروری ۱۹۸۲ء کو قادری صاحب نے وزیر اعظم جناب ٹروڈو سے ملاقات کی ۔ ٹروڈو صاحب نے اس خط کے حوالے سے اسلام کے معاشی نظام پر قادری صاحب سے متعدد سوالات کئے جن کا انہوں نے جواب دیا ۔ ٹروڈو صاحب بہت متاثر ہوئے اور قادری صاحب سے فرمائش کی کہ اسلام کے معاشی نظام کا ایک خاکہ ایک ورکنگ پیپر (WORKING PAPER) کی شکل میں انہیں پیش کیا جائے

چنانچہ قادری صاحب نے ۲۲ فروری ۱۹۸۲ء کو آٹھ فل اسکیپ سائز پر مشتمل ایک مختصر خاکہ ان کی خدمت میں پیش کر دیا جس میں انہوں نے ڈاکٹر صاحب کی تقریر کے مواد کو پیش نظر رکھتے ہوئے واضح کیا کہ اس وقت دنیا میں جو دو معاشی نظام یعنی — سرمایہ دارانہ نظام اور سوشلسٹ نظام — رائج ہیں ان میں کیا خرابیاں ہیں، اسلام کا معاشی نظام ان سے کس لحاظ سے مختلف ہے۔ وہ ان خرابیوں کو کس طرح دور کرتا ہے۔ سودی نظام سے جو برائیاں جڑ پکڑتی ہیں۔ قادری صاحب نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے تجویز پیش کی کہ معیشت کی اصلاح اس طرح کی جائے کہ سود کی جو اس وقت شرح ہے اس کو بڑھنے سے فوراً روک دیا جائے اور کوشش کی جائے کہ ہر سال یا چھ ماہ کے بعد اس کو ایک یا دو فی صد کم کرتے چلے جائیں۔ حتیٰ کہ چند سال کے بعد ایک وقت وہ آجائے کہ اس کی شرح زیرو (ZERO) پر آجائے۔ مقام مسرّت ہے۔ کہ ٹروڈو صاحب نے قادری صاحب کی تجاویز کو نہایت توجہ سے پڑھا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ سود کی شرح کو زیرو (ZERO) پر لانے کے لئے ہر سال ایک فی صد کم کرتے رہیں گے۔ چنانچہ اس سال فوری طور پر شرح ایک فی صد کم کر دی انہی دنوں چیمبر آف کامرس کے نمایاں تجار اور صنعت کاروں اور ملک کے معیشت دانوں کی ایک اعلیٰ سطح کی کانفرنس ہو رہی تھی جس میں وزیر اعظم ٹروڈو صاحب بھی مدعو تھے۔ موصوف نے اس کانفرنس میں قادری صاحب کو بھی دعوت دی۔ وہاں ان کے خیالات پیش کئے گئے۔ ان سے سوالات ہوئے۔ اسلام کے معاشی نظام کے سلسلہ میں متعدد وضاحتیں طلب کی گئیں۔ یہ ساری کارروائی ٹیلیویژن پر دکھائی گئی۔ وزیر اعظم ٹروڈو صاحب کو قادری صاحب نے جو ورکنگ پیپر پیش کیا تھا اس میں اس کی بھی سفارش کی گئی تھی کہ "اسلام کے معاشی نظام" پر سیمینار کا انتظام کیا جائے جس میں مسلمان دانشور اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں۔ چنانچہ چند روز بعد ایسا ہوا کہ قادری صاحب کو ٹورنٹو یونیورسٹی کی جانب سے فرمائش موصول ہوئی کہ یونیورسٹی 'اسلام کے معاشی نظام' کے سلسلہ میں ایک سیمینار (Seminar) منعقد کرنا چاہتی ہے۔ اس کے لئے وہ مسلم دانشوروں کو بلانے کا انتظام کریں۔ قادری صاحب نے جب معلومات کیں تو پتہ چلا کہ وزیر اعظم ٹروڈو صاحب کی خواہش

پر ٹورنٹو یونیورسٹی اس سیمینار کا اہتمام کر رہی ہے۔ قادری صاحب نے اب بھاگ دوڑ شروع کی۔ انہیں نہایت قلق ہوا جب اسلامی معیشت کے سلسلہ کے چند مشہور دانشور (جن میں ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی بھی شامل ہیں) نے شرکت سے معذوری کا اظہار کیا۔ انہوں نے بہرحال ہمت نہیں ہاری۔ ۱۵ر مئی ۱۹۸۲ء کو یہ سیمینار ہوا۔ اس میں دیگر حضرات کے علاوہ امریکہ کے ڈاکٹر منظر کہف اور رابطہ عالم اسلامی کے ڈاکٹر علاء الدین خروفہ شامل تھے۔

قادری صاحب یہ ساری کہانی سنا رہے تھے اور ہم سننے میں مگن تھے۔ محترم ڈاکٹر صاحب کی "اسلام کے معاشی نظام" پر تقاریر کے اثرات کہاں سے کہاں تک پہنچے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا فضل و کرم ہے۔

سلمان قادری صاحب سے ملاقات کے بعد ہم لوگ دوپہر کو حافظ سعید احمد صاحب کے ہاں گئے۔ انہوں نے ہمیں لنچ پر مدعو کیا تھا۔ حافظ سعید احمد صاحب سے ڈاکٹر صاحب کی اور میری بھی عزیز داری ہوتی ہے۔ شام تک وہیں پر آرام کیا۔ بعد نماز مغرب جامع مسجد میں سورۃ الحدید کا درس مکمل کیا۔ درس کے بعد کرنے کے کام کی طرف توجہ دلائی اور سورۃ حدید کے درس سے دین کے جو مطالبات سامنے آتے ہیں۔ عملاً انہیں پورا کرنے پر زور دیا۔ انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کے قیام کے پس منظر اور ان کی دعوت کی وضاحت کی۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ جو حضرات تنظیم اسلامی کی دعوت کو مزید سمجھنا چاہیں اور اس سلسلہ میں عملاً کچھ کرنے کو تیار ہوں وہ پرسوں سید جعفر صاحب کے مکان پر تشریف لے آئیں۔ سیٹھ عثمان سلیمان صاحب کے ہاں کھانا کھا کر رات گئے ہم واپس اپنی قیام گاہ پر آ گئے۔

بفلو (امریکہ)

۲۱ر ستمبر منگل کے روز ہمارا بفلو (BUFALLOW) جا کر مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے صاحبزادے ڈاکٹر احمد فاروق مودودی صاحب سے ملاقات کا پروگرام تھا۔ بفلو سرحد سے اس پار امریکہ (U.S.A) کی حدود میں ہے۔ ٹورنٹو سے اس کا فاصلہ تقریباً ایک سو میل ہے۔ ڈاکٹر احمد فاروق صاحب مودودی کو ہم نے آج شام پانچ بجے اپنی آمد کی اطلاع پیشگی دے دی تھی۔

قاضی اورنگ زیب صاحب ہمیں لینے آگئے۔ پہلے تو وہ اپنے گھر لے گئے۔ جہاں ہم نے برنچ (BRUNCH) کھایا۔ اس کے بعد بفلو کی جانب روانہ ہوئے کناڈا اور امریکہ کی سرحد پر مشہور عالم آبشار اور تفریح گاہ نیاگرہ فال (NIAGRA FALL) ہے۔ راستہ میں اسے دیکھنے کا بھی پروگرام تھا۔ امریکہ کی طرف سے دریا دو حصوں میں آتا ہے اور یہ دونوں حصے تھوڑے فاصلے سے اونچائی سے نیچے گرتے ہیں۔ آج ہوا کچھ تیز تھی دور کھڑے دیکھنے پر بھی ہم تک چھینٹے آرہے تھے جیسے بارش ہو رہی ہو۔ یہ ایک پہاڑی ہے جس پر ہم کھڑے نظارہ کر رہے تھے۔ آبشار کو نیچے سے دیکھنے کے لئے پہاڑی کے نیچے سرنگیں (TUNNELS) بنائی گئی ہیں۔ ایک لفٹ کے ذریعہ نیچے سرنگوں تک جایا جاتا ہے جہاں سے گرتے ہوئے پانی کا منظر بہت اچھا لگتا ہے۔ ہم کناڈا کی جانب سے اس آبشار کو دیکھ رہے تھے۔ دوسرے کنارے پر امریکہ کی جانب سے بھی دیکھنے کے لئے ایک بڑی سی بالکونی بنائی گئی ہے لیکن معلوم ہوا کہ وہاں سے اس کا منظر اتنا اچھا نہیں لگتا۔ نیاگرہ فال کے ساتھ ہی میرین لینڈ ہے اس کو دیکھتے ہوئے ہم بفلو جانے کے لئے سرحد کی جانب روانہ ہوئے۔ امریکہ و کناڈا کے شہری صرف اپنے سرکاری شناختی کارڈ دکھا کر ایک دوسرے ملک میں آجا سکتے ہیں۔ سرحد پر صرف ان کی کسٹم کی چیکنگ کی جاتی ہے۔ ہمارے پاسپورٹ اور ویزا دیکھ کر جانے کی اجازت دیدی گئی۔ تھوڑی دیر میں ہم بفلو میں ڈاکٹر احمد فاروق صاحب کے مکان میں تھے۔ ڈاکٹر صاحب ابھی اپنے دواخانہ سے واپس نہیں آئے تھے اس لئے تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔ آج ۲۲ ستمبر کی رات تھی۔ آج سے تین سال قبل یہیں پر ۲۲ ستمبر کو علی الصبح مولانا مودودی صاحب کا انتقال ہوا تھا۔ ہسپتال سے میت گھر پر لائی گئی تھی اور اسی ڈرائنگ روم میں جہاں ہم بیٹھے ہوئے تھے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے مولانا کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ میری اس وقت کچھ عجیب سی کیفیت تھی۔ میں دیکھ رہا تھا کہ یہی ڈرائنگ روم، ڈائننگ روم، یہی کمرے ہیں جہاں مولانا مودودی نے اپنے آخری ایام گذارے۔ مکان کے عقب کے خوبصورت باغ میں مولانا چہل قدمی فرماتے ہوں گے۔ میرے محسوسات و احساسات عجیب تھے ... میں کھویا ہوا تھا۔ قلب و ذہن میں یادوں کی محفل

جمی ہوئی تھی کہ اتنے میں ڈاکٹر احمد فاروق مودودی تشریف لے آئے۔ ڈاکٹر صاحب سے بہت ہی محبت اور خلوص سے ملے۔ سراپا انکسار تھے۔ عادات و اطوار اپنے عظیم باپ کی طرح تھے۔ تھوڑی دیر گفتگو ہوئی۔ کھانا میز پر لگایا جا چکا تھا۔ انہوں نے ہمیں کھانے کی دعوت دی۔ کھانے کے دوران اور پھر اس کے بعد بھی مختلف مسائل پر تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔ ڈاکٹر صاحب نے احمد فاروق صاحب پر زور دیا کہ وہ اپنے عظیم باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تحریکی کام کی طرف توجہ دیں۔ اپنی پریکٹس سے کچھ وقت نکالیں اور اقامت دین کے لئے تحریک کو منظم کریں۔ احمد فاروق صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے وعدہ کیا کہ ان شاء اللہ وہ اس طرف توجہ ضرور دیں گے۔ ویسے ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں میں کام کرنے کی بجائے مقامی حضرات میں کام کرنے کی ضرورت ہے اس کے نتائج اچھے نکلنے کی توقع ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ یہی کام کیجئے لیکن کیجئے ضرور! اگلے روز جب ڈاکٹر صاحب ٹورنٹو یونیورسٹی میں تقریر کرنے تشریف لے گئے تو وہاں کے جماعت اسلامی کے احباب سے بھی ڈاکٹر صاحب نے یہی کہا کہ وہ کوشش کریں کہ ڈاکٹر احمد فاروق اقامت دین کے کام کے لئے Active ہو جائیں اور اس کے لئے باہر نکلیں۔ تین گھنٹے کی نشست دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہو گئی۔ اور ہم نے احمد فاروق صاحب سے جانے کی اجازت طلب کی۔ ان کا اصرار تھا کہ ہم رات انہی کے یہاں قیام کریں لیکن صبح چونکہ ڈاکٹر صاحب کا پروگرام طے تھا اس لئے جانے کی اجازت لے لی گئی۔ ڈاکٹر صاحب نے احمد فاروق صاحب کو اپنی انگریزی اور اردو کتب کا ایک سیٹ پیش کیا۔ ماہنامہ "میثاق" اور ماہنامہ "حکمتِ قرآن" کے چند پرچے بھی ہدیہ کئے۔ رات کو آٹھ بجے ہم بنگلو سے روانہ ہوئے اور قاضی اورنگ زیب صاحب نے ہمیں ہماری قیام گاہ پر چھوڑا۔

(جاری ہے)

اَلحَمدُ لِلّٰہ

ہمارے قدم آگے بڑھ رہے ہیں

ٹورنٹو (کینیڈا) میں تنظیم اسلامی کی سرگرمیاں

از : ڈاکٹر عبدالفتاح امیر تنظیم اسلامی ٹورنٹو (کینیڈا)

محترم قاضی عبدالقادر صاحب (رفیق تنظیم اسلامی) ۔ السلام علیکم

آپ کا تفصیلی خط جو ہدایات پر مبنی تھا اور جو شکاگو سے تحریر کیا گیا تھا، ملا ۔ آپ کی ہدایت کے مطابق میں نے یہ تجویز کہ اسرے قائم کئے جائیں ہمارے تنظیم کے رفقاء کے سامنے پیش کر دی تھی لیکن سب کی متفقہ رائے یہ تھی کہ یہاں کے حالات کے لحاظ سے نہ ہی یہ بہتر ہے اور نہ ہی رفقا کے لئے ممکن ہے ۔ ان کی اپنی دشواریاں تھیں ۔ ایک تو مسافت کا چکر تھا اور دوسرے ذمہ داری کی اہلیت کا چکر تھا ۔ بہرحال طے یہی پایا کہ ایک مرکزی جگہ پر اب تمام رفقا جمع ہوا کریں گے ۔ عمومی اجتماع کے لئے انہوں نے CROATIAN MASJID کو صدر مقام بنایا ہے اور خصوصی اجتماع کو مختلف رفقا کی اپنی متفقہ رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ کسی کو بھی شکایت کا موقع نہ ملے ۔

چنانچہ تنظیم کا خصوصی اجتماعی اجتماع پہلی مرتبہ جعفر صاحب کے گھر پر ہوا تھا ۔ میری اپنی فہرست کے مطابق کوئی بارہ رفقا ہوئے ہیں جن کے نام میں درج کر رہا ہوں تاکہ آپ کی فہرست سے مطابقت ہو جائے ۔ ان میں سے دس رفقاء نے شرکت کی تھی ۔ اس اجتماع میں مَیں نے تنظیم کی قرارداد کے اساسی نکتے مزید واضح کئے تھے اور دعوت کے بنیادی اصول پر کوئی ایک گھنٹہ کا اجلاس ہوا تھا چونکہ میرے پاس قرارداد کی صرف ایک ہی کاپی تھی اس لئے میں نے رفقا کو بتا دیا تھا کہ باری باری اس کا تفصیلی طور پر مطالعہ کر لیں ۔ تاکہ پھر آئندہ اجتماع میں اس پر غور و فکر کیا جائے ۔ مزید برآں میں نے خاص طور پر شخصی ہدایات

کمزوری کی جو نشاندہی کی تھی ۔ اس طرف ان کی توجہ مبذول کرا دی گئی تھی بیت المال کی اہمیت اور اس کی رفقا پر ذمہ داری میں نے بدرجہ اتم عیاں کر دی تھی جس کا خاصا اثر ہوا ہے ۔ میری فہرست کے رفقاء میں سے دو رفیق نہ ہی اس اجتماع خصوصی میں موجود تھے بلکہ انہوں نے یہ زحمت بھی گوارا نہیں کی کہ مجھے اطلاع ہی دے دیتے کہ ان کی غیر حاضری کی وجہ کیا ہے ۔ اس پر مستزاد یہ کہ ان دو اشخاص نے ایک بھی اجتماعِ عمومی میں شرکت نہیں کی ۔ مجھے اس بات کا بھی علم نہیں ہے کہ ان کی مشغولیات کیا ہیں ۔ اور ذاتی تفصیلات کا کہیں ہمارے پاس کوئی اندراج بھی ہے کہ نہیں ۔

خصوصی اجتماع کی پہلی نشست میں یہ طے پایا کہ یہ مہینے کی ہر پہلی اتوار کو کیا جاوے اور عمومی اجتماع ہر اتوار کو کیا جاوے ۔ خصوصی اجتماع کی جگہ کا تعین نہیں ہو سکا ۔ کیونکہ یہاں کے حالات کے لحاظ سے یہ ذرا کچھ مشکل سا ہو رہا تھا ۔ اس لئے اب طے یہ کیا گیا کہ اس کو مختلف رفقا کی جائے سکونت پر منعقد کیا جائے تاکہ کسی کو بھی دشواری نہ پیش آئے ۔ حالانکہ مناسب تو یہ ہوتا کہ تمام رفقا میرے مکان ہی پر جمع ہو جاتے ۔ لیکن میں نے اپنے تئیں احتیاط برتی ہے کہ کہیں کل کلاں کوئی حاشیہ آرائی نہ کر پائے کہ میں نے ذاتی مفاد کی خاطر اور اپنی سہولیات کے مدِّ نظر ناجائز فائدہ اٹھایا ہے ۔

عمومی اجتماعات تین ہو چکے ہیں ۔ ۱۰ ؍ اکتوبر ۔ ۱۷ ؍ اکتوبر ۔ ۲۴ ؍ اکتوبر ان میں نو تا دس رفقا شریک تھے لیکن خوش آئند بات یہ تھی کہ کوئی (۲۵) (۳۰) باہر کے افراد شامل تھے ۔ اور یہ سب کے سب کافی مستعد معلوم ہوتے ہیں ۔ بلکہ ۱۰ ؍ اکتوبر سے ۲۴ ؍ اکتوبر تک یہ تعداد (۴۰) (۴۵) تک پہنچ چکی تھی ۔ اجتماعِ عمومی کی تشہیر دیگر ذرائع کے علاوہ ریڈیو سے بھی کرائی جاتی ہے ۔

میں نے خصوصی اجتماع میں رفقاء کو اضافی یادداشت کا پرچہ دے دیا تھا ۔ اور ان کو یہ بھی ہدایت کر دی تھی کہ اس کی دو کاپیاں بنا لیں ۔ ایک مرکز کو روانہ کر دیں اور دوسری مجھے دے دیں ۔ اس طرح لوگوں کی دلچسپی کچھ مدھم سی

کے لئے میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ ہر لمحۂ فرصت کو میں نے دینی مشغولیات کیلئے رکھ دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کوتاہیاں ضرور ہو رہی ہیں۔ لیکن دیدہ و دانستہ نہیں۔ سہو و نسیان کی زد میں ضرور آتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے آپ کو بالمشافہ بتایا تھا کہ میری مصروفیات صرف تنظیم ہی کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتی ہیں بلکہ مقامی دینی تقاضے بھی میرے ہی ذمہ ہیں۔ بسا اوقات مجھے اپنی نجی زندگی اور اسکی ذمہ داریوں سے صرفِ نظر کرنا پڑتا ہے۔ بہر حال دعا فرمایئے کہ اللہ مجھے اور آپ کو ہمہ تن ان دینی تقاضوں کی انجام دہی اور ادائگی میں مشغول رکھے۔ آمین ثم آمین۔

مجھے شکاگو سے ڈاکٹر صاحب کے ٹیپ مل گئے ہیں۔ کوئی (۱۵۰) کے لگ بھگ ہیں۔ پہلے تو میں خود ہی خاص توجہ، دلچسپی، تدبر و تفکر سے سن بھی رہا ہوں اور غور بھی کر رہا ہوں۔ پھر انشاء اللہ ان کو رفقاء میں تقسیم کرا دوں گا۔ اس کے علاوہ بھی مری مشغولیات عربی سیکھنے، قرآن کے مطالعہ اور حدیث کے علم سے استفادہ پر موقوف ہیں۔ اب رہا اس میں تندہی کا سوال یا پھر اس طرف توجہ زیادہ دی جائے تو اس کا میں ضرور قائل ہوں۔ میں اپنے تئیں ہمیشہ بہتر از بہتر کی کوشش کرتا ہوں۔

غالباً آپ کو میرا چیک وہاں کے اکاؤنٹ کے لئے جو دیا گیا تھا مل گیا ہو گا۔ بیت المال کی رقم بھی شاید عنقریب جعفر صاحب روانہ کرنے والے ہیں۔ مرکز سے اب مفید کتب نہ صرف دینی معلومات کی بلکہ عربی سیکھنے کی مختلف کتب درکار ہیں۔ تاکہ یہاں پر مناسب طور پر سیکھنے سکھانے کا کام چل سکے۔ اور اب جبکہ میں لوگوں میں یہ شعور بیدار ہوتے دیکھ رہا ہوں کہ دینی تعلیمات کی طرف خاطر خواہ توجہ دینی چاہیئے کیونکہ ان کے اپنے واجبات کی سبکدوشی صرف اسی علم کی روشنی میں ہو سکتی ہے تو یہ از حد ضروری ہے کہ اس دھارے کو صحیح رُخ دیا جائے۔ تاکہ اُمید افزا نتائج سامنے آئیں۔

میری طرف سے جمیع اصحاب، ڈاکٹر صاحب، و دیگر رفقاء کو پُرخلوص سلام و دُعائیں۔ باقی حالات لائقِ تشکر۔ (ڈاکٹر) عبدالفتاح ۱۳ راکتوبر ۸۲ء)

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

بقیہ عرضِ احوال

- آیات ۷ تا ۱۲: خالق و مالکِ ارض و سماوات اور ذاتِ اوّل و آخر و ظاہر و باطن کے مومنین سے دو تقاضے: حقیقی ایمان و انفاق
اور جو یہ تقاضے پورے کریں ان کا اعزاز و اکرام یعنی عطائے نور، بشارتِ جنت، فوزِ عظیم!
- آیات ۱۳ تا ۱۵: ان مطالبات کے پورا کرنے سے پہلو تہی کا نتیجہ: نفاق
- آیات ۱۶ تا ۱۰: مسلمانوں کو آمادۂ عمل کرنے کے لئے ترغیب و ترہیب
سلوکِ قرآنی کا اصل الاصول: انفاق
ترقی کے امکانات: مراتبِ صدّیقیت و شہادت کا حصول!
- آیات ۲۰ و ۲۱: حیاتِ دنیوی کے ناگزیر مراحل
آخرت بمقابلہ دنیا — مسابقت اِلَی الجنّۃ
- آیات ۲۲ تا ۲۵: ایمانِ حقیقی کے مضمرات و مقدّرات: تسلیم و رضا، ایثارِ مال اور جہاد و قتال کے ذریعے اللہ اور اس کے رسولوں کی نصرت
- آیات ۲۶ تا ۲۹: ایک بڑی غلطی: متبعین مسیحؑ کی اختیار کردہ بدعت: ترکِ دنیا و رہبانیت
نجات اور فوز و فلاح کی واحد راہ: اتباعِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کاش اس درس کو بھی کیسٹ سے منتقل کرنے کی کوئی صاحبِ علم ہمت کریں تاکہ اس طرح اس کی اشاعت کا بھی انتظام ہو سکے۔

---

۲۰ اور ۲۱ نومبر کی دو نشستوں میں سورۂ صف اور سورۂ جمعہ کا درس ہوا۔ جناح ہال میں ہر نشست تقریباً ڈھائی گھنٹے تک جاری رہتی تھی۔ جس کے اختتام پر ٹاؤن ہال کے لان میں نمازِ عشاء باجماعت کا انتظام ہوتا تھا۔ آغاز میں بھی مغرب کی نماز کا بھی لان میں انتظام تھا — جناح ہال میں درسِ قرآن حکیم کی ان مجالس کا انعقاد اس لحاظ سے قابلِ ذکر ہے کہ اس ہال کی تاریخ میں یہ پہلا موقع

نشستوں میں حاضری بھی دیدنی تھی مستقل نشستوں کے علاوہ مزید کرسیوں اور دریوں کے فرش کا بھی انتظام کرنا پڑا تھا ـــ اس موقع پر اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ کارپردازانِ کارپوریشن نے چھ روز کے لئے بلا کسی کرایہ کے یہ ہال درس قرآن کے لئے دیا تھا۔ جس کے لئے ہم تمام اصحابِ اغنیاء۔ بالخصوص کارپوریشن کے میئر جناب شجاع الرحمٰن صاحب کی خدمت میں ہدیہ تشکر و تبریک پیش کرتے ہیں ـــ اس تربیت گاہ میں شرکت کے لئے لاہور کے ساٹھ ستر احباب کے علاوہ سندھ کے مختلف شہروں بشمول کراچی، راولپنڈی، پشاور، آزاد کشمیر اور پنجاب کے دوسرے شہروں سے تقریباً پچاس ساٹھ حضرات تشریف لائے تھے جن کی اقامت کا قرآن اکیڈمی میں بندوبست تھا۔ چنانچہ ایک نہایت کشادہ بس کا انتظام کیا گیا تھا اس کے علاوہ بھی ٹرانسپورٹ کے لئے بعض احباب نے اپنی گاڑیاں وقف کر رکھی تھیں۔ چنانچہ اکیڈمی میں مقیم حضرات کی مسجد شہداء اور جناح ہال آمد و رفت کا مکمل بندوبست تھا۔

اس تربیت گاہ کا دوسرا حصہ اقامتی تھا۔ جو درس حدیث اور اجتماعی مطالعہ و مذاکرہ سے متعلق تھا ـــ پروگرام یہ تھا کہ ۸½ بجے صبح سے ۹½ بجے تک جناب مولانا لطاف الرحمٰن صاحب بنوی مشکوٰۃ شریف کی کتاب الرقاق سے درس حدیث دیتے تھے بعدہ ایک بجے تک جناب مولانا وصی مظہر ندوی اور جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے زیرِ نگرانی اجتماعی مطالعہ و مذاکرہ ہوتا تھا ـــ اس اجتماعی مطالعہ میں حسب ذیل کتب زیرِ مطالعہ رہیں جن کی تشریح و توضیح ڈاکٹر صاحب موصوف کرتے رہے:

۱ ـــ "اسلام کی نشاۃِ ثانیہ: کرنے کا اصل کام" (یہ کتاب مطبوعہ شکل میں موجود اور اسے ایک طرح مرکزی انجمن خدام القرآن کے منشور کی حیثیت حاصل ہے)۔

۲ ـــ "تاریخ دعوت رجوع الی القرآن" ـــ (اس موضوع سے متعلق جملہ مضامین "ماہنامہ حکمتِ قرآن" کے جولائی اگست ۸۲ء کے مشترکہ شمارے میں شامل ہیں)۔

۳ ـــ "اسلام اور پاکستان: تاریخی، سیاسی اور ثقافتی پس منظر" (اس موضوع سے متعلق تمام مضامین ان شاء اللہ جلد ہی کتابی شکل میں منصۂ شہود پر آجائیں گے

۴ ـــ دو دن بعد نماز فجر محترم مولانا وصی مظہر ندوی ... تحریک اسلامی کی ...

اور دعوتِ اسلامی کے داعیان پر از روئے دین جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان پر کتاب وسنّت کی روشنی میں مختصر مگر جامع خطاب فرمایا ۔

۵ — ۱۸ ر نومبر بروز جمعرات اقامتی تربیت گاہ کے اختتام سے قبل امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے تنظیم اسلامی کی دعوت اختصار مگر جامعیت کے ساتھ پیش فرمائی ۔ بعدہٗ اجتماعی دُعا ہوئی اور اس طرح یہ اقامتی تربیت گاہ اختتام پذیر ہوئی ۔

اس اقامتی تربیت گاہ میں روزانہ تقریباً ایک سو تیس حضرات پابندی سے شریک رہے اور اس کے دوران دس حضرات نے تنظیم کا عہد رفاقت اٹھا کر امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ہاتھ پر بیعت کی ۔

جیسا کہ ابتداہی میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ ۲۰ اور ۲۱ ر نومبر کو سُورہ صف اور سُورہ جمعہ کے درس کے ذریعہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی امتیازی شان اور حضورؐ کے اساسی منہج انقلاب ۔ کو بڑی وضاحت سے بیان کیا تھا یعنی حضورؐ کی امتیازی شان یہ ہے کہ دعوت و تبلیغ تزکیہ و تربیت تنظیم و ہجرت اور جہاد و قتال کے تمام مراحل کل ۲۳ سال میں طے کر کے جزیرہ نما عرب میں اللہ کا دین بالفعل قائم فرما کر ایک اُمّت تیار فرما دی اور دعوت تبلیغ اور اقامتِ دین کی ذمہ داری اس کے سپرد کر کے الرفیق الاعلیٰ کی طرف مراجعت فرمائی ۔ بفحوائے سورۃ صف کی آیات :

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ ۝ اور

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ اور سورہ آلِ عمران کی آیت :

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ

عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ

نیز یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اساسی منہج انقلاب سورہ جمعہ میں تلاوت آیات، تزکیہ، تعلیم کتاب وحکمت یعنی قرآن حکیم ہے۔

۲۰ نومبر کو درس کے بعد شرکاء مجلس میں کوائف کے فارم تقسیم کئے گئے جو ۲۱ نومبر کو جمع کئے گئے اور ڈاکٹر صاحب نے شرکاء کو دعوت دی کہ جن حضرات کے دلوں میں ہمارے کاموں یعنی دعوت رجوع الی القرآن جس کی نقیب انجمن خدام القرآن ہے اور تحریک تجدید ایمان۔ توبہ۔ تجدید عہد، جس کی علمبردار تنظیم اسلامی ہے، میں تعاون کا جذبہ پیدا ہوا ہو یا جن حضرات نے فارموں میں سوالات یا اشکالات درج کئے ہوں، وہ ۲۲ نومبر کو عصر کی نماز قرآن اکیڈمی میں ادا کریں۔ جہاں ان شاءاللہ ان کا جواب دیا جائے گا اور جو حضرات عملی تعاون کا سنجیدگی اور دلجمعی سے فیصلہ کرلیں گے، ان کو ان کاموں سے منسلک کرنے کے لئے مناسب کارروائی عمل میں آئے گی۔

چنانچہ اس دعوت پر ۲۲ نومبر کو تقریباً چالیس حضرات اکیڈمی میں تشریف لائے۔ جہاں ڈاکٹر صاحب نے فارموں میں درج سوالات کے جوابات دیئے۔ افہام وتفہیم کی یہ مجلس مغرب کی نماز کے بعد بھی ایک گھنٹے تک جاری رہی۔ شرکاء میں سے اکثر حضرات نے انجمن کی سطح پر تعاون پیش کرنے کی خواہش کا اظہار کرکے انجمن کی رکنیت کے فارم پُر کئے اور بارہ حضرات نے بفضلہ تعالیٰ تنظیم اسلامی کا عہد رفاقت لے کر ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی کے ہاتھ پر سمع وطاعت اور ہجرت وجہاد فی سبیل اللہ کے لئے بیعت کرکے تنظیم میں شمولیت اختیار کی اور اس طرح تربیت اور دعوت عمومی کا یہ عشرہ تکمیل کو پہنچا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔
اور لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

اعتذار

گذشتہ ماہ نومبر ۸۲ء میں "ہماری دینی ذمہ داریاں" کے عنوان سے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا جو خطاب شائع ہوا ہے

اس میں صفحہ ۱۶ پر ایک فاش غلطی رہ گئی ہے - اصل عبارت کے آخری جملے میں لفظ "نہ" کتابت سے رہ گیا جس کی وجہ سے پوری عبارت کا مفہوم خبط اور غلط ہوگیا - اصل عبارت یوں تھی :

"انقلاب صرف عرب میں لانا مقصود نہیں تھا اُسے پوری دنیا میں لانا تھا اور وہ انسانوں کے ہاتھوں آنا تھا - معجزے تو رسولوں کے لئے ہیں - عام انسانوں کے لئے تو نہیں ہیں - آگے جو کام کرنا تھا ان کے لئے **اُسوہ کیسے بنتا** اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف "نہ" پہنچی ہوتی"

اس فاش غلطی پر ہم اپنے رب سے عفو کے طالب اور قارئین کرام سے معذرت خواہاں ہیں -

بقیہ "رسولِ کامل (صلے اللہ علیہ وسلم)"

اسے پڑھیں - جیسا کہ اس کے پڑھنے کا حق ہے اس کو سمجھیں جیسا کہ اس کو سمجھنے کا حق ہے - اُس پر عمل کریں جیسا کہ اس پر عمل کا حق ہے اور پھر اُس کے مبلغ، داعی اور معلم بن جائیں جیسے کہ اُس کی تبلیغ، دعوت، تعلیم اور تبیین کا حق ہے -

وَفَّقَنَا اللّٰهُ لِهٰذَا !!

اللہ تعالےٰ ہمیں ان جملہ اُمور پر عمل کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم نبی اکرمؐ کے مشن کی عالمی سطح پر تکمیل کے لئے راست سمت میں پیش قدمی کر سکیں - اور وہ وقت آئے جسکے بارے میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے فرمایا تھا کہ "جب پورے کرۂ ارضی پر اللہ کا دین غالب اور قائم ہو جائے گا جیسے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد مبارک میں جزیرہ نمائے عرب پر غالب کر دیا تھا - تو وہ وقت ہوگا جب یہ آیۂ مبارکہ اپنی پوری شان کے ساتھ ظاہر ہوگی -

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ
عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝

فَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا ؛
وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؛

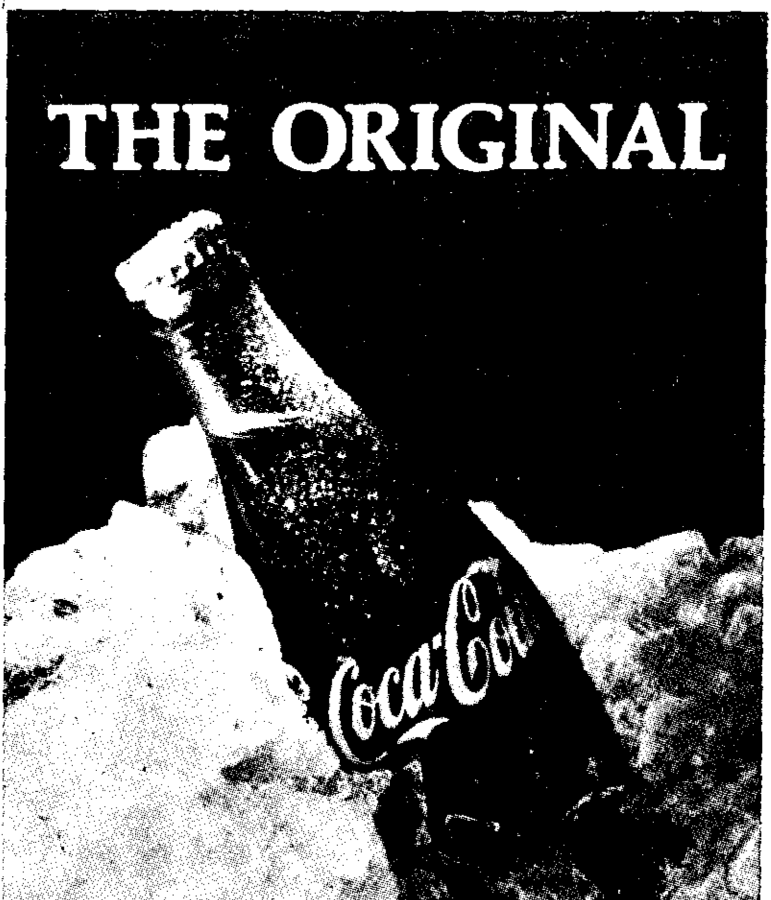
THE ORIGINAL
Have a Coke and a smile.
"COCA-COLA" AND "COKE" ARE THE REGISTERED TRADE-MARKS WHICH IDENTIFY THE SAME PRODUCT OF THE COCA-COLA COMPANY.

paragon

افکار و آراء

روزنامہ الفلاح پشاور کے دو شذرات اور ایک خبر

۱- حضرت علامہ ڈاکٹر اسرار احمد مفسر قرآن اپنے زمانے کے واحد رازی اور شبلی ہیں ۔ آپ نے ٹیلیویژن پر پٹھانوں کو تفسیر قرآن کا جو چسکا ڈالا ہے ۔ لوگ اس کی یاد میں ہر وقت مضطرب رہتے ہیں ۔ صوبہ سرحد کے لوگ حضرت مولانا ڈاکٹر اسرار احمد کا درس قرآن سننے کے لئے اہم کام چھوڑ کر ان کا پروگرام سنتے تھے اگرچہ اب بھی پاکستان ٹیلیویژن پر علماء کو بلایا جاتا ہے ۔ اور ان کا وعظ بھی دلچسپ اور مفید ہوتا ہے ۔ مگر حضرت ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا مقابلہ بہت مشکل ہے ۔ یہ لوگ عالم دین تو ہیں ۔ مبلغ بھی ہیں ۔ مگر حضرت ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا مقابلہ نہیں کر سکتے ۔ کیونکہ وہ مفسر قرآن ہیں ۔ اور اس کا انداز بیان ایک اعجاز ہے ۔ جس کے سننے والے مدہوش ہو جاتے ہیں ۔ وہ قرآن مجید کی ایک آیت کی ایسی علمی تفسیر کی وضاحت کرتے ہیں ۔ جس سے سامعین قرآنی مفہوم کی حقیقت سے آگاہ ہو جاتے ہیں ۔ صوبہ سرحد کے پٹھانوں کی خواہش ہے ۔ کہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو نصف گھنٹہ ہفتے میں دو بار شخصی طور پر پروگرام دیا جائے ۔ وہ اعلان کر چکے ہیں ۔ کہ وہ اس کا معاوضہ نہیں لیں گے ۔ حضرت ڈاکٹر اسرار احمد کا درس قرآن صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے اسلامی نظام کے عین مطابق ہے ۔ (۱۱/۸/۸۳)

۲- ماہنامہ میثاق لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۸۲ء میں صفحہ ۵ پر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مفسر قرآن و ناظم تنظیم اسلامی کی ایک تقریر بہ عنوان "ہماری دینی ذمہ داریاں اسوۂ نبی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں" جو ۴۲ صفحات پر مشتمل ہے شائع کی گئی ہے وہ اسوۂ حسنہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام از روئے قرآن کا نچوڑ ہے جس کے پڑھنے سے دل و دماغ کے گوشے روشن ہو جاتے ہیں اور ایک مومن جو اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے اس کے ایمان کی تکمیل ہو جاتی ہے ، ماہنامہ میثاق لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۸۲ء جو اعزازی طور پر ...

کے نام بھجوایا جاتا ہے اور الفلاح کی لائبریری میں ہاتھوں ہاتھ پڑھا گیا اور پڑھنے والوں نے ڈاکٹر صاحب کی اس تقریر کی بے حد تعریف کی - ماہنامہ میثاق لاہور موجودہ دور میں تبلیغ اسلام کا اور فہم قرآن کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اور گمراہوں کو راہ نجات پر لانے کا ایک بہت بڑا تبلیغی طریقہ ہے (۱۱/۸۲)

خبر:- ٹیلی ویژن پر ڈاکٹر اسرار احمد کی تقریر

پشاور ۱۰ رنومبر (سٹاف رپورٹر) آج شام پاکستان ٹیلی ویژن پر ڈاکٹر اسرار احمد کے درس قرآن کی تقریر میں پشاور کے لوگوں نے بہت خوشی کا اظہار کیا - ڈاکٹر اسرار احمد ایک طویل عرصہ کے بعد ٹیلیویژن پر آئے ہیں[1] جنہوں نے قرآن مجید کی تفسیر اس خوش آئند لہجہ میں بیان کی کہ لوگ حیران رہ گئے - ڈاکٹر اسرار احمد کا درس قرآن اپنی نوعیت کے لحاظ سے منفرد ہے باقی لوگ صرف وعظ اور تبلیغ کرتے ہیں - عوامی حلقوں کا کہنا ہے کہ حکومت ڈاکٹر اسرار احمد کے درس قرآن کو باقاعدگی کے ساتھ ٹیلی ویژن پر جاری رکھے کیونکہ موجودہ دور میں قرآنی حقائق بیان کرنے میں ڈاکٹر اسرار احمد کا کوئی ثانی نہیں -

---

بلتستان سے ایک خط

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
جون ۸۲ء میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے بلتستان

---

[1] ڈاکٹر صاحب کو جولائی ۸۲ء کے بعد سے جب سے 'الہدیٰ' بند ہوا ہے - مہینہ میں ایک مرتبہ فہم قرآن کے پروگرام میں شرکت کی تو دعوت ملی تھی - جس کے متعلق ڈاکٹر صاحب موصوف کی رائے اور تجویز یہ تھی کہ وہ "الہدیٰ" ہی کے نام سے قرآن فہمی کے پروگرام کے لئے آمادہ ہیں چونکہ اس کے ذریعے مسلمانان پاکستان کے سامنے ایک منطقی ربط کے ساتھ دین کے تقاضے اور مطالبات آرہے تھے اور ایک پیغام ہدایت ٹی وی کے ناظرین کو پہنچ رہا تھا - یہ تجویز ٹی وی کے ارباب حل وعقد نے منظور نہیں کی — لہٰذا جولائی ۸۲ء کے بعد سے ڈاکٹر صاحب کو ٹی وی پر کسی تقریر کا موقعہ نہیں دیا گیا - اس خبر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا کوئی سابقہ [illegible] (ادارہ)

کا جو تاریخی دورہ کیا تھا اس کے رپورتاژ میں جناب خبیب عبدالقادر صاحب نے اہلحدیث کو اہل سنت سے خارج قرار دیا تھا۔ دیکھئے میثاق ماہ اگست صفحہ ۷۶ میں "دس فیصد اہل سنت اور اہلحدیث حضرات پر مشتمل ہے مؤخر الذکر دس فیصد میں اہلحدیث ۔۔۔۔" اور صفحہ ۷۱ میں "یہ مدرسہ بلتستان میں اہل سنت کا سب سے بڑا مرکز ہے" ۔۔۔۔۔ حالانکہ یہ حقیقت آپ سے مخفی نہیں کہ سنت حدیث رسولؐ کا دوسرا نام ہے آپ فقہ حنفی کی تقلید کرتے ہوئے بھی اہلسنت ہیں تو ہم سنت رسولؐ پر عمل کرتے ہوئے اہل سنت کیوں نہیں ؟

ادارہ میثاق کا یہ کہنا کہ یہ "رپورٹ خامیوں سے مبرا نہیں اور بعض پہلوؤں سے غیر متوازن بھی ہے" قطعاً ناکافی ہے بلکہ اس کی وضاحت ہونی چاہیئے تھی۔ علاوہ ازیں، صفحہ ۷۰ میں "دارالعلوم غواڑی ۔۔۔۔۔۔" حالانکہ مرکزی دارالعلوم بلتستان رجسٹرڈ مقام غواڑی ہے ۔

نیز صفحہ ۶۹ میں "مولانا حسن عسکری ۔۔۔۔" اصل میں "مولانا محمد حسن صاحب اثری ہیں" میرے اس خط کا جواب ماہنامہ میثاق کے ذریعے دیکر مشکور فرمائیں ۔ والسلام ۔ اخوکم

عبدالوہاب خان متعلم مرکزی دارالعلوم بلتستان (رجسٹرڈ)
غواڑی (بلتستان)

ادارتی نوٹ | ہم مکتوب نگار کے ممنون ہیں کہ انہوں نے بلتستان کے دورے کی رپورتاژ کی خامیوں کی طرف توجہ دلائی ۔ ہم اہل حدیث حضرات کو قطعاً اہل سنت میں شامل سمجھتے ہیں ۔ راقم خود اسی مسلک سے تعلق رکھتا ہے۔ میاں خبیب عبدالقادر سلمہ بالکل نوعمر ہیں، اس وقت ان کی عمر سترہ اٹھارہ سال کے قریب ہے اور ان کی یہ پہلی کاوش ہے ۔ ان سے جو تسامح ہوا ہے اور ادارہ تحریر سے رپورتاژ کو بالاستعاب پڑھکر اس کی خامیوں کی اصلاح میں جو تساہل ہوا ہے ۔ اس پر ہم صاحب مکتوب اور جملہ قارئین کی خدمت میں اعتذار و معذرت پیش کرتے ہیں (ج ۔ ر)

▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫

PEPSI

MIRINDA

پنجاب بیوریجز کمپنی لمیٹڈ۔ فیصل آباد۔ فون: ۲۶۰۳۱ ، ۲۳۹۳۱

ادارہ

تبصرۂ کتب

> تبصرہ کے لئے ہمیں اکثر کتابیں موصول ہوتی رہتی ہیں لیکن ہمیں افسوس ہے کہ تاحال اس کے لئے کوئی مناسب انتظام نہیں ہوسکا۔ چند کتابوں کے سلسلے میں تبصرے کے لئے بار بار یاد دہانی سے ہم انتہائی ندامت محسوس کرتے رہے ہیں۔ بہرحال چند کتابوں پر تبصرہ ہدیۂ قارئین ہے۔ (ادارہ)

اس حقیقت سے کوئی سلیم الفطرت شخص انکار نہیں کرسکتا کہ مرد و عورت تمدن کے دو ناگزیر ارکان ہیں۔ ان کے بغیر نہ بقائے نسل کا سلسلہ چل سکتا ہے نہ کوئی تمدن اور تہذیب وجود میں آسکتی ہے۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مرد و عورت کے مابین حقوق و فرائض، دائرہ ہائے کار اور اختیارات کے سلسلے میں نوع انسانی تمدنی دور میں قدم رکھنے کے بعد سے تاحال افراط و تفریط کی بھول بھلیوں میں مبتلا رہی ہے۔ کبھی اس کو بھیڑ بکریوں کے زمرے میں رکھ کر اس کے ساتھ تحقیر آمیز سلوک کیا گیا اور کبھی اُسے شمع محفل اور رونق انجمن بنا کر بیچ چوراہے پر لا کھڑا کیا گیا۔ جیسا کہ موجودہ دور میں عورت کو نمائش اور اشتہار و تشہیر کا نہ صرف ذریعہ بنا لیا گیا ہے بلکہ اُسے کہیں نیم عریاں اور کہیں بالکل عریاں کرکے بیچ بازار میں کھڑا کرکے مرد کے سفلی و نفسانی جذبات کو انگیخت کرنے کا سامان مہیا کیا جا رہا ہے۔ پھر مرد وزن کی ”مساوات“ کے خوش نما نعرے کے ذریعے مرد عورت کو خوب Exploit کر رہا ہے۔ عورت اس فریب میں مبتلا ہے کہ اسے مردوں کے دوش بدوش کارگاہ حیات کے ہر شعبے میں حصہ لینے کا موقع مل رہا ہے۔ حالانکہ اس بیچاری کو ایک خوش نما فریب میں مبتلا کرکے مرد اس کے حقوق کو غصب کر رہا ہے۔ اپنی ذمہ داریوں کا بوجھ اس پر دُگنا ہے لیکن اس کی نسوانی ذمہ داریوں یعنی جنا جنایا کی ذمہ داری میں اپنی فطری ساخت کی وجہ سے معذور

ہے ۔ اس طرح عورت جسے ' مساوات ' کا سراب دکھایا جاتا ہے دُہرا بوجھ اُٹھا رہی ہے ۔

اسلام دینِ فطرت ہے اس نے عورت کو بحیثیت انسان مرد کے برابر حقوق دیئے اور اس کا دینی، اخلاقی اور قانونی تشخص قائم کیا ہے ۔ البتہ تمدن کے میدان میں اس کے لئے خانہ داری اور گھر کی چہار دیواری کا دائرہ متعین کیا ہے ۔ بچوں کی صحیح تربیت، گھر میں سلیقہ اور نزہت کی مستقل کیفیات اور ماحول قائم رکھنا اس کی اصل ذمہ داری مقرر کی گئی ہے ۔ معاش کی تمام ذمہ داری مرد کے کاندھوں پر ہے ۔ اسی طرح ملکی معاملات طے کرنے اور سنبھالنے کا بار بھی مرد کے شانوں پر ہے ۔ استثنائی صورتوں کی بات بالکل مختلف ہے ۔

ملک کے ایک مشہور روزنامے میں ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک انٹرویو چھپا تھا جس میں ضمنی طور پر اسلام میں عورت کے مقام اور دائرہ کار کے متعلق بھی ڈاکٹر صاحب نے چند جملے کہے تھے جن پر مغربی تہذیب سے مرعوب طبقے کی طرف سے غم و غصہ کا شدید ردّ عمل ظاہر ہوا اور اس طبقے نے اسلام کے احکام کو پس پشت ڈال کر اس مسئلے پر اخبارات و رسائل میں ایک غوغا اور ہنگامہ کھڑا کر دیا ـــــ اللہ تعالیٰ نے اس شر میں سے خیر برآمد کیا چنانچہ " اسلام میں عورت کا مقام " کے موضوع پر ڈاکٹر صاحب نے ایک مفصل خطاب کیا جو ماہنامہ میثاق کی خصوصی اشاعت (ماہ مئی ۸۲ء) میں شائع ہو چکا ہے پھر بہت سے اہل علم و دانش کی جانب سے ڈاکٹر صاحب کی تائید ہوئی ۔ نیز اس موضوع پر ملک بھر میں بہت سی مفید کتابیں شائع ہوئیں۔ جن میں سے دو کتابوں پر تبصرہ پیش خدمت ہے ۔

۱ ۔ ' عورت '

مؤلف : جناب عطا حسین شاہ صاحب جعفری

سائز ۱۸×۲۶ انچ پیپر ۔ ضخامت ۲۷۰ صفحات : قیمت : ۲۵ روپے

ناشر جعفری بک ڈپو اگوکی ۔ سیالکوٹ ۔

یہ کتاب اس موضوع پر نہایت قابلِ قدر اضافہ ہے ۔ مؤلف موصوف نے اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے ۔ پہلے حصے میں دنیا کی تمام مشہور معروف

تہذیبوں کا جائزہ لے کر اس افراط و تفریط کو نہایت مدلّل اسلوب سے بیان کیا ہے جو
ان میں کارفرما رہی ہے اور انسانیت اس افراط و تفریط کے نتیجے میں جس بحران
سے دوچار رہی ہے اس کو بھی نہایت مؤثر انداز میں پیش کیا ہے ۔ مزید براں
مرد و عورت کی مساوات، کے نظریئے کی بدولت امریکہ اور یورپ جس المیہ سے
دوچار ہے اُسے بھی حوالہ جات کے ساتھ پیش کیا ہے ۔ دوسرے حصّے میں مرد و عورت
کے مابین جو فطری فرق و تفاوت ہے اس کے پیشِ نظر عائلی زندگی اور عورت
کے حقوق و فرائض کے متعلق اسلام نے جو تعلیمات دی ہیں اور جو عادلانہ نظام
دیا ہے قرآن و سنت اور بدیہیات فطرت کی روشنی میں سیر حاصل اور مدلّل بحث
کی گئی ہے ۔ حصہ سوم میں چند مشہور خواتین کا مختصر لیکن جامع تعارف کرایا گیا
ہے ۔ الغرض مجموعی حیثیت سے اس کتاب کا مطالعہ عوام و خواص دونوں کیلئے
نہایت مفید ہو گا ۔ اس اہم کتاب کی تالیف پر ہم شاہ صاحب موصوف کی خدمت
میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں ۔

۲ ۔ 'چادر اور چار دیواری'

مؤلف : الاستاذ سیّد مظہر علی ادیب

سائز $\frac{۲۰ \times ۳۰}{۱۶}$ ، ضخامت : ۱۱۲ ٹیکنیکل پیپر

قیمت : پونے آٹھ روپے ، ناشر : مکتبہ السعیر ، غزنی مارکیٹ

اُردو بازار ۔ لاہور ——— اس کتاب کے مؤلف ایک قادر
الکلام ادیب ہیں اور بہت سی مفید اور فکر انگیز کتابوں کے مصنف و مؤلف
ہیں ۔ ان کی ایک کتاب "خاتونِ خانہ" پر ماہنامہ میثاق کے جولائی کے شمارے
کے "عرضِ احوال" میں تبصرہ کیا جا چکا ہے ۔ اسی موضوع پر صاحب موصوف
کی یہ دوسری تالیف ہے ۔ جس میں انہوں نے بڑی دلسوزی اور ہمدردی کے
ساتھ پاکستان کی اباحیت پسند اور مغربی تہذیب سے مرعوب طبقے کو یہ سمجھانے
کی کوشش کی ہے کہ اسلام نے عورتوں پر جو چند پابندیاں عائد کی ہیں وہ ان کے حقوق سلب

آپ کو پرلیسٹرلیسڈ کنکریٹ کے معیاری

گارڈر، بلے اور سلیب وغیرہ

درکار ہوں تو وہاں تشریف لے جائیے جہاں

اظہار لمیٹڈ کی تیار چھتیں

کا بورڈ نظر آئے

صدر دفتر : ۶ - کوثر روڈ - اسلام پورہ (کرشن نگر) لاہور

فون:- ۶۹۵۲۲ ۶۱۵۱۴

پچیسواں کیلومیٹر - لاہور شیخوپورہ روڈ

جی-ٹی روڈ کھٹالہ (نزد ریلوے پھاٹک) گجرات

انڈس ہائی وے - مختار آباد - نزد راجن پور (ڈیرہ غازیخان ڈویژن)،

فیروزپور روڈ - نزد جامعہ اشرفیہ - لاہور - فون :- ۴۱۳۵۶۹

شیخوپورہ روڈ - نزد نیشنل ہوزری فیصل آباد - فون :- ۵۰۶۲۶

جی-ٹی روڈ - مریدکے

جی-ٹی روڈ - سرائے عالمگیر

جی-ٹی روڈ - سواں کیمپ - راولپنڈی : فون :- ۶۸۱۲۷

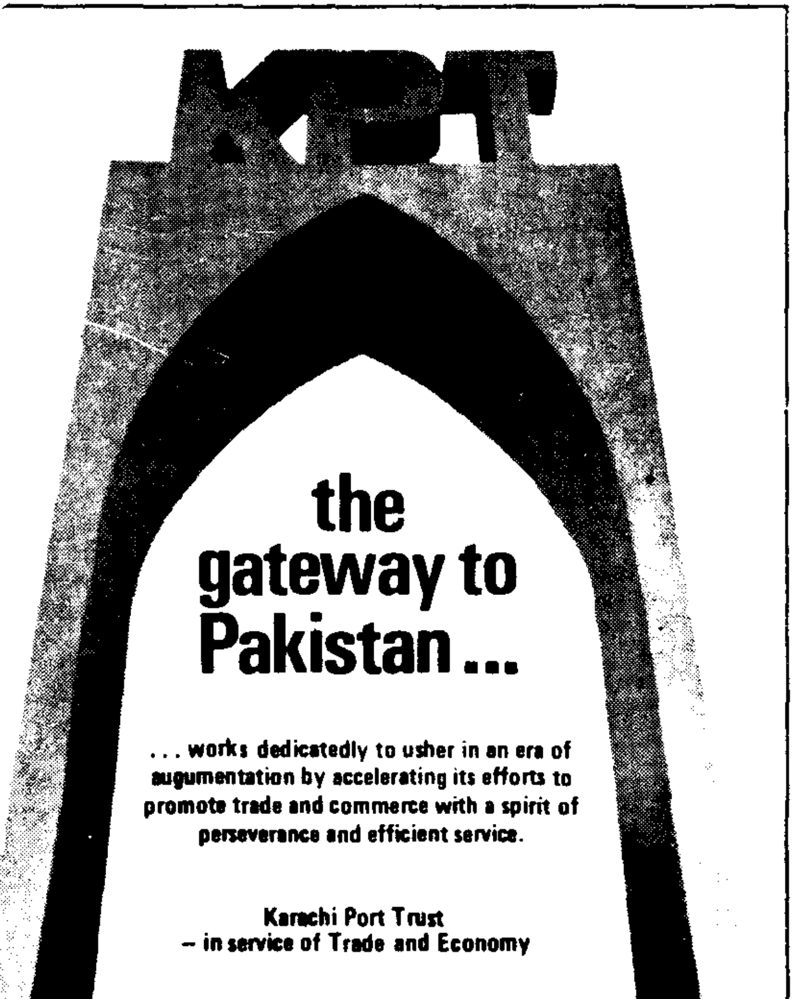

ID (Islamabad) Paragon ● KPT-11-R

Regd. L. No. 7369

MONTHLY **"MEESAQ"** LAHORE

Vol 31 DECEMBER 1982 No. 12

قدرتی گیس کا ضیاع روکیئے

ہمارے توانائی کے وسائل محدود ہیں ہم توانائی کے ضیاع کے متحمل نہیں ہو سکتے

گیس بچا کر
قومی معیشت کو
مستحکم بنائیے

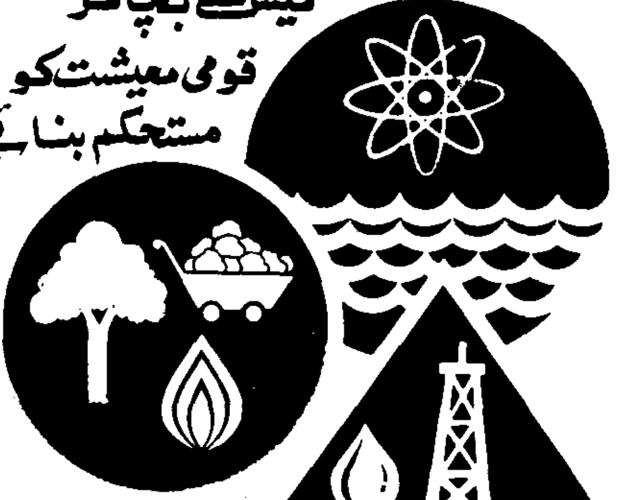

ہمارے ملک میں توانائی کے وسائل کی کمی ہے۔ توانائی کی ضروریات کثیر زرمبادلہ صرف کر کے پوری کی جاتی ہیں۔ ہماری صنعت، تجارت، زراعت کے شعبوں میں توانائی کی مانگ روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ آپ کی بچائی ہوئی توانائی ان اہم شعبوں کے فروغ میں کام آئے گی۔

قدرتی گیس بہت زیادہ
قیمتی ہے،
اسے ضائع نہ کیجئے

سوئی ناردرن گیس پائپ لائنز لمیٹڈ

PL. 4/80 paragon